ماہنامہ

الحق

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

24/11

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ۲۴
شمارہ ۱۱

محرم الحرام ۱۴۱۰ھ
اگست ۱۹۸۹ء

بانی: حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر معاون: عبدالقیوم حقانی

مدیر: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم: شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ -/۵۰ روپے فی پرچہ -/۵ روپے بیرون ملک بحری ڈاک -/۸ پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک -/۱۲ پونڈ
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

- ۱۴ اگست، یومِ احتساب
- پاکستان کے بیالیس سالہ سفرِ حیات کی روئیداد
- ایک جائزہ، اور تبصرہ و تجزیہ

مادی ترقی سیاسی اور روحانی زوال

اگست ۸۹ء کو مملکتِ عزیزہ پاکستان کے ۴۲ برس پورے ہوئے بیالیس سال کے یہ لمحات اہلِ وطن پر گذر گئے مگر ہر لمحہ مایوسی اور امید کی رزم آرائی رہی۔ قوم کا قدم دشت پیما حرکت ہی میں رہا۔ بھلا ہو یا بُرا، سفر جاری ہی رہا، اکثریت کی رائے یہی ہے کہ روحانی اور معنوی اعتبار سے اس سفر کا لمحہ لمحہ عذاب گذرا مگر اس کے پسِ منظر میں دستِ کار آموزہ ہمیشہ مصروفِ ہنرمندی رہ کر اعجاز انگیز رہا ؎

کر لی اس فن میں بھی گلچیں نے مہارت پیدا
سن رہے تھے کہ چمن میں کوئی صیاد نہیں

کچھ لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ بہت سی نامرادیوں کے باوجود مجموعی طور پہ یہ سفر برکتوں والا، بارآور اور حوصلہ افزا رہا۔ بیماریوں کے طوفان تھمے، گھروں کے در و بام بدل گئے، پٹ بیتوں اور سرکنڈوں کی دیواریں رفتہ رفتہ پختہ ہوئیں، تیل کے چراغ رخصت ہوتے بجلی کے قمقمے جگمگانے لگے۔ رہٹ اور چرخیوں والے کنوئیں ٹیوب ویلوں سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ مشینیں انسان کا دست و بازو بنتی چلی جا رہی ہے، تعیشات معمولات بن رہے ہیں۔ موچی اور چمار شو میکر، باقندے ٹیکسٹائل انجینئرز۔ رنگ ساز ٹیکسٹائل اور فیبرکس پرنٹرز اور ڈیزائنر ہو کر، لوہار اور ترکھان ٹیکنیشن فورمین اور انجینئر بن کر، عطار فارمیسٹ ہو کر، کمہار سرامک ڈیزائنر اور انجینئر بن کر سرفراز و باوقار ہو گئے۔ پسماندہ پیشوں کو نیا وقار مل گیا۔ قصبہ ہو کہ دیہات، شہر ہو کہ مضافات ہر جگہ لوگوں کا ہجوم بڑھ رہا ہے۔ آبادیاں پھیلتی اور گنجان ہوتی جا رہی ہیں۔ زرعی اور صنعتی پیداوار کی مجموعی شرح روز افزوں ہے۔ گرانی میں اگرچہ ہوشربا اضافے ہوئے ہیں مگر آمدنیاں بھی اتنی بڑھ گئی ہیں کہ معیارِ زندگی میں کمی نہیں آئی۔

آج کا منظر بیالیس سال قبل کے یاس انگیز اور وحشت ناک منظر سے بہت مختلف ہے۔ اب کا منظر کامیابیوں کا پتہ دیتا، حوصلہ بڑھاتا اور اہلِ وطن کے عزم و عمل کے چراغوں کی روشنی میں اضافہ کرتا ہے ؎

شام ایسی، نہ اب ایسی سحر مانگ رہی ہے
دنیا، نئی دنیا کی خبر مانگ رہی ہے

مگر تصویر کا دوسرا رخ بھی تو ہے۔ معاشی اور مادی ترقی کے ثمرات کی غیر منصفانہ تقسیم، بے انصافی، ظلم و جور، استحصال، بے ایمانی، بدعنوانی اور تشدد کے سلسلے بھی تو روز افزوں ہو رہے ہیں۔ قوم اجتماعی شادکامی کے احساس سے محروم ناآسودہ افسردہ اور غیر مطمئن ہے۔ روئے زمین پر ہم غالباً اپنی نوعیت کی واحد قوم اور ہمارا ملک واحد ملک ہے جس کے ارکان اور جس کے شہریوں کی ایک بڑی تعداد اپنی قوم کو برا کہنے، اور جس کے راہنما اپنے ملک کو توڑ دینے کے نعرے لگاتے اور اپنی آزادی کو باعث ننگ سمجھتے ہیں دشمن کی غلامی کو اپنی آزادی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور بعض نادان تو اپنے آزاد وجود کو غنیم کے وجود میں ضم کر دینے کا سیاسی موقف پیش کرتے ہیں۔ دوسری طرف بیالیس سال میں ہمارے اندر بے خودی اور خود ملامتی کا خطرناک رجحان قوم کا شعار فکر بنتا چلا جا رہا ہے۔ بدقسمتی یہ کہ ہمارے ہاں اس طویل سفر حیات میں اخلاقی، معاشی سیاسی اور قانونی کسی بھی سطح پر عدل دستیاب نہ ہو سکا۔ اس کمزوری اور بہت بڑی کمزوری نے پورے معاشرے میں ظلم زیادتی حق تلفی اور نراجیت کی کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔ ہر طرف بے ایمانی، بدعنوانی، دھونس، دھاندلی اور جارحانہ استحصال کا دور دورہ ہے۔ جس کا نفسیاتی مظہر، احساس محرومیت، اور خود ملامتی والا شعار فکر اور احساس کہتری کا اظہار ہے۔

اخلاقی سیاسی اور معاشی بحران

اس تمام تر خرابی کی اصل جڑ یہی ہے کہ ہم نے بیالیس سال مسلسل ملک کے نظریاتی اساس کے تحفظ، بقاء، تعمیر اور اس کے تقاضوں کو یکسر پس پشت ڈال دیا جس کے نتیجے میں اخلاقی نظام میں بحران پیدا ہوا، سیاسی نظام کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ اور معاشی نظام بدترین استحصالی قوتوں کی گرفت میں آگیا اور بجائے ساغر کے شمشیریں چلنے لگیں۔

ایسا کسی محفل میں اندھیر نہیں دیکھا
شمشیر تو چل جائے، ساغر نہ چلے ساقی

یہ تینوں نظام ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اور ان کا انفرادی استحکام بھی ان کے مجموعی استحکام پر منحصر ہے اچھا اخلاقی نظام مستحکم سیاسی نظاموں کی بنیاد بنتا ہے۔ موثر اور مستحکم سیاسی نظام پسندیدہ اخلاقی اور منصفانہ معاشی نظاموں کے استحکام کی راہ ہموار کرتا ہے اور منصفانہ معاشی نظام مضبوط اخلاقی اور مستحکم سیاسی نظاموں

کی ضمانت بنتا ہے سیاسی، معاشی اور اخلاقی نظاموں کی تخریب کے بعد قانونی انصاف کا حصول بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔

نظریاتی اساس سے بغاوت، سیاسی نظام کی ابتری اور سیاسی اداروں کی بے وقعتی

ملک کے ۴۲ سالہ سفر میں سیاسی نظام کی ابتری اور خستہ حالی بار بار سیاسی اداروں کی تاراجی کا باعث بنتی رہی اور اب نتیجہ یہ ہے کہ سیاسی عمل اور ریاست کے اساسی نظریے کا باہم کوئی ربط باقی نہیں رہا۔ سیاسی جماعتوں پر سرمایہ داروں، جاگیرداروں، معتبروں، وڈیروں، سرداروں، شہزادوں اور شہزادیوں نے قبضہ کر کے انہیں قبائلی جتھوں کا رنگ دے دیا ہے۔ نظریات، منشور اور قومی لائحہ عمل، انفرادی مقاصد شخصی مفادات اور فرد واحد سے وفاداریوں کے بھینٹ چڑھ گئے ہیں۔ مماثل نظریات کے کئی کئی سیاسی جماعتیں منظر عام پر آگئی ہیں اور فیشن کے طور پر اختیار کئے جانے والے دلکش منشوروں، دلفریب نظریوں اور سحر انگیز نعروں کے باوجود عملی طور پر ان جماعتوں کے رشتے ملک کے نظریاتی اساس سے کٹ گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں ۴۲ سال کے مجموعی عرصے میں بیشتر وقت زمام حکومت بیوروکریٹس یا فوج کے ہاتھ میں رہی ہے۔ جب تک سیاسی جماعتوں سے ملک کے نظریاتی اساس کے مخالف اور شخصی مفادات اور مقاصد کے تحت سیاست کرنے والا عنصر خارج نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک حکومت اور اقتدار پر فوج اور بیوروکریسی کی یلغار کا موثر سدباب نہیں کیا جا سکے گا۔

مملکت عزیز پاکستان کے قیام اور علیحدہ ریاست کے استحکام کی وجہ جواز بھی یہی تھی کہ انگریزوں کے رخصت ہو جانے کے بعد ہندوستان میں جو سیکولر جمہوری نظام آنے والا تھا اس میں مسلمانوں کے لئے اپنا دینی تشخص اور ثقافتی وجود برقرار رکھنا اور اپنے نظام حیات کو اپنے عقائد پر استوار کرنا ممکن ہو سکے۔ مقصد یہ تھا کہ پاکستان میں وہ قانون اور دستور ہو گا جو اللہ کے رسول ؐ کے لائی ہوئی شریعت کے تابع ہو گا۔ گویا پاکستان میں کوئی حکمران یا قانون ساز ادارہ قانون سازی میں سیکولر ممالک کے حکمرانوں اور قانون ساز اداروں کی طرح مطلق العنان اور خود مختار نہیں ہو گا۔

یہی وجہ تھی کہ جب لیاقت علی خان مرحوم کے چار سالہ دور وزارت عظمیٰ میں ملک کا پہلا اسلامی دستور نہ بن سکا تو دستور ساز اسمبلی جو ملک کا سب سے اہم سیاسی ادارہ تھا مسلمانوں کی نظر میں بے وقعت اور بے اختیار ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی مسلم لیگ کی ساکھ بھی ختم ہو گئی۔ اسی روز سے مسلم لیگ کے زوال و انحطاط کا آغاز ہوا جو بعد کے سالوں میں بھی نہ رک سکا۔ یہ انحطاط ریاست کے سیاسی نظریئے سے ملک کی بڑی اور بانی سیاسی

جماعت کے انحراف و فرار کا منطقی اور فطری نتیجہ تھا۔ اسی بداعمالی کا نتیجہ تھا جو سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان اور بھٹو صاحب کی سول مارشل لاء کی صورت میں قوم کو بھگتنا پڑا۔ حتیٰ کہ جب مسٹر بھٹو نے دستوری جمہوریت کا آغاز کیا تو اس بار بھی پارلیمنٹ کو عملاً سیکولر مطلق العنانیت کا توثیقی ادارہ بنا دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ اور پیپلز پارٹی جیسے نئے سیاسی ادارے پھر سے عامۃ المسلمین کی نظر میں اپنا اعتبار کھو بیٹھے اور ان کی ساکھ جاتی رہی۔

تحریک نظام مصطفیٰ اور تحریک نفاذ شریعت

پھر بالآخر تحریک نظام مصطفیٰ نے ان دونوں کی بساط پلٹ دی۔ نظام مصطفیٰ کا نعرہ اس عہد کی تجدید تھا کہ پاکستان کا وجود صرف اسلام سے وابستگی ہی پر منحصر ہے۔ ۷۷ء میں صدر ضیاء الحق مرحوم برسر اقتدار آئے تو علماء کی کوششوں اور مسلسل مساعی سے ملکی نظام کا سمت قبلہ درست ہوا۔ بہت کمزور سہی ہزار خامیوں کے باوصف اسلامائیزیشن کا عمل بھی شروع ہو گیا۔ حدود آرڈیننس، قصاص آرڈیننس، امتناع قادیانیت آرڈیننس، زکوٰۃ آرڈیننس، وفاقی شرعی عدالت کا قیام اور آخر میں شریعت آرڈیننس ایسے اقدامات ہیں جس کا دشمن کو بھی انکار نہیں۔

۸۵ء کے الیکشن میں ایک بار پھر مسلم لیگ کو اقتدار کا موقع ملا مگر ایک منظم نظریاتی سیاسی جماعت کے بجائے شخصی اقتدار کا تاثر تقویت پذیر رہا۔ اس دور کے آغاز میں جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے ایوان بالا سینیٹ میں نظام شریعت کا ایک جامع آئینی خاکہ "شریعت بل" کے نام سے پیش کیا جو ریاست کے اساسی نظریے سے وابستگی کے عہد کی تجدید اور عملی پیش رفت کا بہترین موقع تھا مگر بدقسمتی سے حکمرانوں کی چشم عبرت وا نہ ہوئی۔ پارلیمنٹ کے اندر اور باہر پیپلز پارٹی اور دیگر لادین قوتوں کی طرح حکمرانوں نے بھی محاذ آرائی شروع کر دی اور یہ واضح طور پر محسوس ہونے لگا کہ حکمران ٹولہ اپنے لیاقت علی والے دور کی کوتاہیوں کو ایک بار پھر دہرانا چاہتا ہے۔ شریعت بل کے ساتھ جو کچھ کیا گیا حکومت سمیت ایم آر ڈی کی تمام سیاسی جماعتوں کا جو رویہ رہا اس سے عامۃ المسلمین کی نظر میں ایک بار پھر سینیٹ، قومی اسمبلی اور سیاسی جماعتوں جیسے اہم اداروں کی افادیت اور ملک کے اساسی نظریے سے تین کلیدی اداروں کی وفاداری اور وابستگی مشکوک ہو گئی۔

اور اب ۸۹ء کا الیکشن ہوا نام نہاد جمہوری اعتبار سے جو فیصلہ ہوا اس سے پوری قوم کے سر شرم سے جھک سا گئے اور پاکستان ہی نہیں اسلام کی تاریخ میں پہلی بار شرمندگی اور رسوائی کا سیاہ ترین باب قائم ہوا

گر جمہوریت اسی کا نام ہے تو قوم اس پر ہزار بار نفرین بھیجتی ہے ؎

روشنی کی دھوم ہے لیکن اندھیرا عام ہے
صبح بھی ایسی نظر آتی ہے گویا شام ہے

علماء حق کا کردار اور دعوت و عزیمت کا تسلسل

اب گاڑی کدھر جا رہی ہے؟ سمت قبلہ کیا ہے؟ نتائج کیا ہوں گے؟ قوم اور زعمائے قوم کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ الحق کے صفحات میں بارہا احقاق حق اور اعلاء کلمۃ اللہ کا یہ فریضہ بحمداللہ ادا کیا جاتا رہا عملی طور پر بھی بحمداللہ مدیر الحق اور قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ نے متحدہ علماء کونسل کی تشکیل اور اس کی نظامت علیا کی ذمہ داریاں اٹھا کر حتی الوسع اسلامی انقلاب کے برپا کرنے میں کوئی لمحہ ضائع نہیں ہونے دیا۔

سیاسی اعتبار سے اسلامی جمہوری اتحاد کی سیاسی پارٹیوں مسلم لیگ سمیت تمام جماعتوں کے زعماء کو "شریعت بل" کی بھرپور حمایت، تعاون اور عملاً نفاذ اور غلبۂ شریعت کے معاہدے پر دستخط کر دینے پر مجبور کر دیا ہے اب قوم دیکھنا یہ چاہتی ہے کہ ایک مرتبہ پھر آزمائش اور امتحان کا مرحلہ سیاسی رہنماؤں کا نفاذ شریعت کے عمل میں تعاون کا آ گیا ہے۔ دیکھئے! وہ اس میں کس قدر پورا اترتے ہیں۔ خدا کرے کہ اب کی بار وہ قوم کو مایوس کرنے کے بجائے عملی اعتبار سے واقعۃً بھی نفاذ شریعت کے معاملہ میں بھرپور جدوجہد کر سکیں ؎

علاج تشنگی لاؤ کھلونے کیا سجاتے ہو
سبو سے، جام سے، شیشے سے پیمانے سے کیا ہوگا

مفاد پرستوں کے ایک طبقے اور استحصالی نظام کی جکڑ بندی

بہرحال ۴۲ برسوں میں مجموعی طور پر مادی اعتبار سے ترقی اور خوشحالی کی شاہراہ پر پیش رفت کے باوجود ملک گیر بے اطمینانی کا ایک سبب ملک کا وہ کرپٹ معاشی نظام ہے جس میں قومی خوشحالی کی منصفانہ تقسیم عمل میں نہیں آ رہی۔ سیاسی جماعتوں اور کلیدی سیاسی ریاستی اداروں (قومی اسمبلی اور سینٹ) پر قابض وڈیروں، جاگیرداروں، مخدوموں، زمینداروں اور سرمایہ داروں کا ایک طبقہ ہے جو ہر طرف سے اقتدار کو دبوچے ہوئے ہے اور اپنے سیاسی اقتدار کے بل پر معاشی نظام کی منفعتوں پر اپنا اجارہ قائم کئے ہوئے ہے۔ سفارش، رشوت، دھونس اور دھاندلی کا ایسا استبدادی اور استحصالی نظام ہے جس کے جال میں اس ملک کے تمام وسائل کو جکڑ رکھا ہے مراعات اور منفعتوں کا سارا بہاؤ ایک مخصوص طبقہ کی طرف ہے۔

تحریک انقلاب اسلامی اور محتاط لائحہ عمل

ایسے حالات میں متحدہ علماء کونسل، دینی سیاسی جماعتوں اور اسلامی جمہوری اتحاد کی مرکزی قیادت کو بڑے عزم و احتیاط اور سنجیدگی سے سیاسی لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا۔ کہ سوشلزم اور کمیونزم کی مخالفت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہونا چاہیے کہ ملک میں مغرب کے ساہوکارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کو تحفظ مل جائے بلکہ سیاسی اور خالص اسلامی انقلابی قیادت کا یہ یقین ہونا چاہیے کہ جب تک ملک سے استحصالی جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر نہیں پھینکا جائے گا اس وقت تک ملکی اساسی نظریات سے وابستہ اور دینی عقائد اور مسلمات پہ کاربند جماعتوں کو آزادی عمل نصیب نہیں ہوسکتی۔ ہمارے سیاسی، اخلاقی اور معاشی نظاموں کے انحطاط کا بنیادی سبب بھی یہی ہے کہ تینوں کا رشتہ وفا دین سے کٹ گیا ہے۔ ہمارا معاشی نظام سرمایہ دارانہ نظام کی آغوش معصیت میں پناہ گزین ہے سیاسی نظام لبرل ازم کے راستے سیکولرازم کی جانب پیش قدمی کر رہا ہے اور اخلاقی نظام کے تحت سیکولر اخلاقیات کے تغیر پذیر اقدار اپنانے کی کوشش ہو رہی ہے اس صورت حال نے پورے ملک میں مایوسی اور بے اطمینانی پیدا کر دی ہے اور احساس محرومیت بڑھ رہا ہے ؎

اپنی ہی بستی میں ہم سے اپنی ہی بستی کے لوگ
پوچھتے ہیں کون سی بستی کے ہو؟ کیا نام ہے؟

حوصلہ افزا پہلو اور امید کی کرن

مگر تجزیہ کا ایک پہلو حوصلہ افزا اور امید کا بھی ہے کہ پاکستان مملکت خداداد ہے اور اس میں علماء حق کی ایک جماعت ہمیشہ علم اسلام کی سربلندی اور نفاذ شریعت کا کام کرتی رہی ہے اور اب بھی جمہوری فضا اور جمہوری ماحول کے باوصف اسلامی اقدار کے فروغ اور اعلان حق کا مشن جاری رکھے ہوئے ہے متحدہ علماء کونسل کی تشکیل اس کے جہاد انقلاب اسلامی کا پہلا مرحلہ ہے اور شاید اسی وجہ سے ہماری بہت سی کوتاہیوں اور ۴۲ برسوں میں بہت سی نامرادیوں کے باوجود اس نے کامیابی کی بہت سی منزلیں طے کی ہیں۔

یہ سب نصرت خداوندی کا اعجاز اور اعمال کی تکمیل اور ایفائے عہد کے لئے مہلت اور ڈھیل ہے یہ مملکت خداداد ہے اس کا محافظ اور نگران بھی خدا تعالیٰ ہے۔ جو لوگ چند مہینوں میں اس کے نابود ہونے کے دعویدار تھے ان کی چتاؤں کی راکھ بھی ٹھنڈی ہوگئی اور الحمدللہ کہ یہ ملک قائم ہے جو اس ملک کے توڑنے کے نعرے دے رہے تھے وہ چل بسے ہیں، کچھ قبروں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ یا رخت سفر باندھ رہے ہیں یا پھر نامراد و خوار ہیں ان کی تمام تر بدخواہیوں کے باوجود انشاء اللہ پاکستان قائم رہے گا اور خدا کرے کہ تحریک انقلاب اسلامی

جلد مؤثر اور فعّال کردار ادا کر سکے۔ قومی رہنماؤں کی آنکھیں کھلیں اور انہیں ضمیر جھنجوڑے تو انقلاب کی یہ منزل بھی دور نہیں جب لن یفلح قوم ولّوا امرھم امراۃ (وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے عورتوں کو امور مملکت سپرد کر دئے) کی صورت میں قوم سے عدم فلاح کی نحوستیں اور ظلمتیں بھی کافور ہو جائیں گی۔ اگر نبوی ارشاد اور زندہ ضمیر کی یہ آواز " اذا کان امورکم الی نسائکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا۔ (جب تمہارے مملکت عورتوں کے سپرد ہو جائیں تو تمہارے لئے زمین کی پیٹھ سے زمین کا پیٹ بہتر ہے) مردان کار کو سنائی دے اور غیرت و حمیت کی کوئی ادنیٰ رمق اور انسانیت کی کوئی ادنیٰ ٹیس باقی ہو اور یہ جذبہ ہو ؎

آرام کہاں اہل وفا کو کسی کروٹ
اک آگ ہے سینے میں جو دن رات لگے ہے

تو ان شاء اللہ تمام اندھیرے اجالوں سے بدل جائیں گے۔ ناامیدی اور مایوسی کا دور لد گیا ہے عوام کے سیاسی رویے میں ٹھہراؤ آگیا ہے سب سوچ رہے ہیں کہ کیا ہو گیا ہے اور کیا کر بیٹھے ہیں؟

ہر ایک جھونکا لہو لہو

یہ ساری تباہیاں اس نئے سیاسی انقلاب ہی کی تو ہیں منفی سیاست، تخریب کاری، شرفا کی پگڑیاں اچھالنا انتقامی کارروائی، علماء کی توہین، عریانی اور بے حیائی کا فروغ، بے پردگی، سیاسی کردار کشی، اخلاقی اقدار اور شرعی قوانین کی تضحیک، قرآن و حدیث سے تمسخر، عورتوں کے ہاتھ میں قومی قیادت، نامحرموں سے اختلاط اور مصافحے، صوبوں اور مرکزوں میں باہمی چپقلش، یہودی مشن کی حمایت، وزیر اعظم کا جہاد افغانستان کو خانہ جنگی قرار دینا، مرزائی اقلیت کا کلیدی عہدوں پر تقرر، ۲ فیصد شیعہ اقلیت کی سرپرستی، سرکار کی سرپرستی اور بھرپور تعاون کے پیش نظر ۲۵ جولائی کو جناح پارک پشاور میں شیعہ سیاسی قوت کا مظاہرہ، ہندوؤں سے دوستی اور محبت، کمر توڑ مہنگائی، کراچی کی ناگفتہ بہ حالت زار، طوفانی بارشیں، بدامنی قتل و غارت گری۔ غرض کونسا فتنہ ہے جو اس فتنہ گر کے عہد میں پروان نہیں چڑھ رہا ؎

یہ کہاں سے آئی ہے سرخ رو، ہے ہر ایک جھونکا لہو لہو
کٹی جس میں گردن آرزو، یہ اسی چمن کی ہوا ہے کیا

راجیو گاندھی کے دورہ پاکستان کا پراسرار پس منظر

اور اب راجیو گاندھی کا بغیر کسی طے شدہ اعلامیہ اور باضابطہ ایجنڈے کے دورہ پاکستان، اس سے قبل

پیرس میں وزیر اعظم پاکستان سے ملاقات اور مسئلہ افغانستان پر گفتگو، پھر ماسکو حاضری اور وہاں کے آقایان ولی نعمت سے ملاقات و مذاکرات کے بعد پھر یہاں آنا اور مذاکرات کا ڈرامہ رچانا، کسی اہم اور پُر اسرار پس منظر کی نشاندہی کر رہا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ بیرونی اسلام دشمن لابیاں اور بڑی طاقتیں اپنے بڑے ایجنٹوں کے ذریعہ پاکستان میں سیاسی کردار کی نئی گٹھ پتلی حکومت کو تھپکی، شاباش اور اس کے شانوں پر دست شفقت رکھ رکھ کر اپنی انگلیوں پر نچانے اور فحاشی اور لادینیت کو اٹھانے اور دینی اقدار کو گرانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ پاکستان کو آزاد اسلامی ریاست کے بجائے سیکولر ریاست، یہاں کی زبان، تہذیب، معاشرت، اسلامی قوانین، حدود، حیا و حجاب اور اخلاقی اقدار کی تاراجی، افغانستان کی فتح کو شکست میں تبدیل کرنے، پاکستان کی سالمیت کو ختم کرنے، توانائی کے منصوبوں کو ناکام کرنے، عورتوں کے ناچنے تھرکنے اور بے پردگی کی بھرپور حوصلہ افزائی کرنے کی ہر ممکن صورت میں ترویج دینے میں بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس سب کچھ میں اہل اسلام کے لئے غیرت کے تازیانے بھی ہیں اور عبرت کے سامان بھی۔ صرف جمہور مسلمان اور اہل حمیت پاکستانی ہی نہیں، ملت کا ہر فرد یہ دیکھتا اور تڑپ تڑپ کر اسلامی انقلاب کی کامیابی کی دعائیں کرتا ہے۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

بہرحال اب اسلامیان پاکستان صحیح بات سننے اور اسلامی انقلاب کی راہ چلنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اس گئے گذرے دور میں بھی بحمداللہ اہل اسلام میں محبت کی چنگاریاں، قبول حق کی صلاحیتیں اور سلامت روی کا مادہ موجود ہے۔ اگر نفاذ شریعت اور انقلاب اسلامی کے داعیین بے لوث و بے غرض ہوں خود آگاہ اور خدا ترس ہوں۔ ملک و ملت کے سچے خ[illegible] اور سیاسی اغراض و ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر اس ملک کے سیدھے سادے خاموش مگر گرم جوش عوام سے براہ راست رابطہ قائم کریں ان کے دماغ سے زیادہ ان کے دل اور ضمیر کو خطاب کریں تو وہ کیسے پروانوں کی طرح شمع انقلاب پر ٹوٹ ٹوٹ کر پڑتے ہیں ع

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

اب نہ تو وہ سیاست دانوں اور مفاد پرستوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آتے ہیں اور نہ خوشنما اور دلفریب نعروں سے بہکتے ہیں۔ خدا کرے کہ عوامی دباؤ مؤثر ہو تو قومی رہنما اور سیاست دان بھی اعتدال کی راہ پر آجاتے ہیں تاہم اس نئے دور کی سینکڑوں ضلالتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ علاقائی نفرتوں پر مبنی پُر تشدد و غنانہ جنگی والی سیاست کے ایک نئے اور خطرناک رجحان نے سر اٹھایا ہے جسے بدقسمتی سے سرکاری حلقوں سے بھرپور سرپرستی مل رہی ہے۔ اگر قوم نے بیدار مغزی اور دینی و سیاسی شعور کا ثبوت دیا تو توقع ہے کہ پُر تشدد سیاست کا یہ

خطرناک رجحان خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اور محرکین ومفسدین کو بھی لے ڈوبے گا۔

۱۴ ر اگست، یوم احتساب

یہ ساری باتیں اپنی جگہ درست ہیں تاہم مملکت عزیز کے ۴۲ سال پورے ہونے پر کیا ذمہ داران قوم، رہنمایان ملت، دینی زعماء، عامۃ المسلمین اور علماء آخرت کے احساس جواب دہی، اور اپنے فریضہ منصبی کے پیش نظر احساس مسئولیت کی بنا پر چند لمحے اپنے اور قومی احتساب اور ایک جائزے وتجزیے کے لئے بھی وقف کر کریں گے؟

ہماری بدقسمتی ہے کہ جس دینی جوش وخروش اور غیرت وحمیت کے ساتھ پاکستان حاصل کیا گیا تھا وہ یہاں مسلسل فرسودہ نظام کی نحوستوں سے بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ مشترک اجتماعی مقاصد کی جگہ انفرادی خود غرضیوں نے لے لی۔ قومی اور اجتماعی شعور فنا ہو گیا۔ قومی بہبود کی کوششوں کی جگہ اقتدار کے لئے رسہ کشی شروع ہو گئی۔ دینی غیرت وحمیت بھی، عام بے حسی سے بدلنے لگی۔ اخلاق واعمال پر اسلام کی گرفت ڈھیلی ہوتی چلی گئی مغربیت، عریانی اور فحاشی کا سیلاب امڈ آیا ہے، جھوٹ، سود خوری، کساد بازاری اور دھوکہ بازی عام ہو گئی۔ رشوت ستانی، سفارش اور کام چوری کا بازار گرم ہے۔ جرائم کی تعداد روز افزوں اور نفس پرستی زندگی کا منتہائے مقصود بن گئی ہے۔

آج فکر واحتساب کا دن ہے اسی لئے پاکستان بنایا تھا کہ ہمارے دامن میں دین واخلاق کی جو رہی سہی پونجی ہے اسے بھی لٹا دیں؟ کیا آزادی کا یہ مطلب تھا کہ قوم اسلام اور عقل سلیم کی ہر پابندی سے آزاد ہو جائے؟ اگر یہ مقصد نہیں تھا اور ظاہر ہے کہ نہیں تھا۔ تو آخر کونسا وقت آئے گا؟ جب ہم ان تمام کوتاہیوں کی تلافی کر کے اس ملک کو ان حسین خوابوں کی تعبیر بنا سکیں گے جو قیام پاکستان کے وقت دیکھے گئے تھے

گوئے توفیق وسعادت درمیاں افگندہ اند
کس بمیداں در نمے آید سواراں راچہ شد

عبدالقیوم حقانی

افادات :- شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ
ضبط :- مولانا قاری عمر علی حقانی ۔ مدرسہ تجوید القرآن ۔ ٹل

ملفوظات و افادات

بقیۃ السلف شیخ الحدیث استاذ العلماء شیخی مولانا عبدالحق صاحب کے ارشادات

(نوٹ) ذیل کے ارشادات میں جو کمی یا بیشی ہوئی ہو وہ محمد عمر علی کے قصور فہم سے ہوگی ، حضرت لانا صاحب کی طرف نسبت نہ کریں ۔

یکم رجب ۱۴۰۱ھ (جمعرات) حضرت مولانا صاحب کی گھروالی مسجد قدیم میں دعوت و تبلیغ کے سلسلے کا پہلا گشت کیا ہم نے ۔ عشاء کے بعد بیان ہوا ۔ صبح کو حضرت کو کارگزاری سنائی ۔ حضرت لانا صاحب نے خصوصی دعا فرمائی اور فرمایا کہ تبلیغی جماعت والے شرقاً غرباً شمالاً جنوباً کلمہ کی دعوت ے رہے ہیں ایک شخص کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرانا سو کافروں کے قتل سے بہتر ہے ۔ (کیونکہ کلمہ کے یعہ دین پھیل سکتا ہے اور جنت کی طرف خود بھی اور دوسروں کو بھی لے جا سکتا ہے) فرمایا نمازوں کی پابندی س میں نیک سلوک ، نظروں کی خاص حفاظت ، دعوت فی سبیل اللہ کی محنت کرو انشاء اللہ نجاتِ اخروی ین کی فلاح اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہوگا ۔

دعوت و تبلیغ کی فضیلت | جمعۃ المبارک ۳ ۱۴۰ھ ۔ بعد نماز عصر تبلیغی جماعت نے جو کراچی سے آئی تھی جس میں کالج کے طلبا بھی تھے ۔ حضرت مولانا حب سے ملاقات کی ۔ حضرت نے فرمایا ، ہم شکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت و اشاعت ، لئے آپ حضرات کو نکالا اس امت کی ذمہ داری تامرون الناس بالمعروف وتنھون عن المنکر ، اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بہتری اس پہ دی ہے کہ یہ نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے منع کریں گے (یہی یا علیہم السلام کی محنت تھی) آپ لوگ بھی اس کام میں مصروف ہیں ۔ ہمارے اکابرین میں بالخصوص مولانا الیاسؒ نے جو سلسلہ دعوت و تبلیغ شروع کیا ہے اس میں بڑی برکت ہے اور اللہ تعالیٰ تبلیغی جماعت کے یعہ اتمام حجت کرتے ہیں کہ ساری دنیا میں کلمہ کی دعوت دے رہے ہیں ۔ اتمام حجت تو ہو گیا من کان للہ کان لہ (جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا) ہم طالب علم ہیں شبہات میں پڑ جاتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو تو مکہ یہ اور مدینہ منورہ زادھما اللہ شرفا میں سکونت نصیب تھی اور وہاں کی یہ فضیلت ہے کہ بیت اللہ شریف

میں ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد نبویؐ میں ایک نماز پر پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ بظاہر تو خیال ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے دو اہم مقامات فتح کئے تھے اب چاہئے تھا کہ وہ بیٹھے کہ ایک نماز پر پچاس ہزار یا لاکھ نمازوں کا ثواب حاصل کرتے۔ لیکن صحابہ کرامؓ نے ایسا نہیں کیا وہاں نہیں بیٹھے بلکہ ساری دنیا میں پھیل گئے اور لوگوں کو دعوت دی قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا اے لوگو لا الہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے۔

ہمارے آباؤ اجداد اور ہم سب نے جو اسلام قبول کیا ہے کلمہ پڑھا ہے۔ یہ صحابہ کرامؓ کی برکت اور محنت ہے۔ مثلاً عصر کی نماز تقریباً ایک ارب مسلمانوں نے ادا کی ہو گی تو ان سب نمازوں کا ثواب صحابہ کرامؓ کو بھی ملے گا کہ وہ سبب بنے ہیں۔ تو وہاں مسجد حرام میں ایک نماز پر ایک لاکھ کا ثواب ملتا۔ اب ایک نماز پر ایک ارب کا ثواب ملا۔ اب طالب علمانہ شبہ رفع ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے وہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں نہ رہتے بلکہ ساری دنیا میں پھیل جانے کا یہی فائدہ اور نفع تھا جو ان کے زیر نظر تھا تبلیغ والے اکا کا بھی یہی ارشاد ہوتا ہے کہ سبق کے وقت میں طلبا پڑھا کریں اور چھٹی کے دنوں میں تبلیغ کے لئے جا کریں۔

حضرت مولاناؒ نے مزید فرمایا۔ پشاور میں ایک معذور عالم دین مولانا اشرف صاحب ہیں۔ تبلیغ کی برکت سے ایسی جماعت تیار کی ہے (متشرع اور دیندار) حاضرین میں قاری عبداللہ صاحب ڈیروی سابق مدرس حقانیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ قاری صاحب اس تبلیغ کی عجیب لذت ہے۔ ایک مرتبہ کوئی چھکو لئے جاتا نہیں ہوتا جس نے ایک سنت نبویؐ کو زندہ کیا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ ان تبلیغی نوجوانوں کے چہرے روشن ہیں تبلیغ کی برکت ہے۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ توفیق عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

"یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علیّ اسلامکم بل اللہ یمنّ علیکم ان ھدٰکم
للایمان ان کنتم صادقین"

(اے پیغمبر) یہ لوگ آپ پر اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان مت کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو"

حدیث پاک میں ہے۔ المرء مع من احبّ

انسان اس کے ساتھ ہو گا آخرت میں، جس کے ساتھ دنیا میں محبت تھی۔

دارالعلوم کے فضلاء کی خصوصیات ۳۔ جمعرات ۸ ا جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ۔ بعد نماز عصر

بعض مہمان فضلاء حقانیہ جو بلوچستان سے تشریف لائے تھے مصافحہ کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ نے مخاطب ہو کر فرمایا۔ الحمد للہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء علم کے ساتھ عمل سے بھی آراستہ ہوتے ہیں۔ تواضع اور اچھے اخلاق رکھتے ہیں۔ ایک مہمان مولوی محمد رسول نے کہا کہ حضرت ہر جگہ فاضل حقانیہ دین کی خدمت میں مصروف ہیں تبلیغ ہیں، تقریریں، تصانیف ہیں، بالخصوص اس وقت جہاد افغانستان میں، غالباً قندہار کے علاقوں میں۔ اولاً جہاد کا اعلان فاضل حقانیہ مولوی عبدالکریم صاحب نے شہید نے کیا۔ اور کابل پکتیا کے علاقہ میں مولوی جلال الدین حقانی نے اعلان جہاد کیا۔

حضرت مولانا صاحبؒ نے فرمایا، یہ اللہ کا فضل ہے۔

تبلیغ اور عفو و درگذر تبلیغ کے متعلق فرمایا کہ حضرت وحشیؓ جو حضرت حمزہؓ کا قاتل تھا اسلام سے پہلے حضور علیہ السلامؑ اور صحابہ کرامؓ تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو گھور گھور کر دیکھنے لگے کہ آج تو قاتل ہاتھ میں آیا ہے۔ مگر حضور علیہ السلام کے سامنے کوئی بھی جرأت نہ کر سکا کہ حضرت وحشی کو کچھ کہہ سکیں یا اسے ماریں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وحشیؓ کو کچھ مت کہو آج یہ اسلام قبول کرنے آیا ہے۔ اسلام قبول کرنے سے گذشتہ سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں الاسلام یھدم ما کان قبلہ۔

۴۔ **درس حدیث** بدھ۔ محرم ۱۴۰۳ھ

مغرب کی نماز کے بعد حضرت مولانا صاحبؒ کے سامنے رائے ونڈ کے سالانہ تبلیغی اجتماع کا ذکر ہوا برادرم حافظ سعید احمد ڈیروی نے کہا جی ہاں اکثر فنون کے طلبا اجتماع کو جا رہے ہیں۔ اجتماع کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔ بندہ محمد علی نے عرض کیا جی طلبا دورہ حدیث والے آپ کے درس ترمذی شریف و پر بہت خوش ہیں۔ آپ کے درس میں کسی کو کوئی تھکاوٹ اور اداسی نہیں ہوتی۔

فرمایا۔ یہ حدیث شریف کی برکات ہیں۔ حدیث پاک کے درس میں بیٹھا رہنا گویا اللہ تعالیٰ کی مجلس میں بیٹھا رہنا ہے۔ اس لئے کہ حدیث پاک وحی خفی ہے یہ بھی تو اللہ تعالیٰ کے ارشادات ہیں جو آپؐ فرماتے ہیں۔ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ اللہ ہمیں اس نعمت کی قدر دانی نصیب کر دے اور اس کی برکات سے مالا مال فرما دے۔

مجھے تو تارعنکبوت سے بھی نسبت نہیں ۵۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک لیکچرار مہمان ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ حضرت مولانا صاحبؒ سے ملاقات کی اور کہنے لگے۔ حضرت آپ کی علمی خدمات

اور فیوضات الحمدللہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل رہے ہیں۔ آپ کے مدرسہ کے اچھے اخلاق اور قابلیت والے ہوتے ہیں۔ جواب میں حضرت مولانا نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ الغنی اور حکیم ذات ہے اپنے دین کی خدمت جس سے چاہے لے سکتا ہے "تار عنکبوت" سے اسلام کی حفاظت اور خدمت لی۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور میں ٹھہرے۔ کفار کے بڑے بڑے ماہرین قیافہ دان جو العیاذ باللہ آپ کے قتل کرنے کی کوشش اور تلاش میں تھے جب نشانات قدم پہچان کر غار کے دروازے تک پہنچے تو آپس میں کہنے لگے کہ یہ غار تو بہت پرانا ہے اس پر عنکبوت نے جالا تانا اور کبوتر نے انڈے دے رکھے ہیں۔ اس میں کوئی بھی نہیں ہے یہ تو پرانا غار ہے اس میں کوئی کیسے پناہ لے سکتا ہے۔

حضرت مولانا صاحب نے مزید فرمایا۔ مجھے تو عنکبوت کے تار سے بھی نسبت نہیں کہ دین کی خدمت کر رہا ہوں۔ یہ تو صرف اور صرف اس غنی جل جلالہ کی مہربانی ہے کہ دین کے خادموں میں شمار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے إلا تنصروه فقد نصره الله اگر تم دین کی خدمت نہیں کرو گے تو اللہ ہی خود حامی و ناصر ہے اپنے دین کا جس سے چاہے خدمت لے سکتا ہے۔

إن يشأ يذهبكم أيها الناس ويأت بآخرين وكان الله على ذالك قديرا

محبوبؐ کی ادا کو اپنائیں گے تو کامیابی ملے گی

۶۔ فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل آسان ہے اگر کوئی عمل کرنے کی ہمت کرے۔ باپ اپنے بچے پر عاشق ہوتا ہے بچے کے لئے دن بھر مزدوری کرتا ہے محنت اور تکلیف برداشت کرتا ہے۔ رات کو بچے کھاتے ہیں تو باپ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اس طرح اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں تو اپنے محبوب کی ہر ادا کو سنت کو اپنا ئیں اس کے لئے محنت اور تکلیف برداشت کریں تو کامیابی ملے گی ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظيماً۔

آخرت کی رسوائی سے پناہ مانگیں

۷۔ جمعۃ المبارک ۳ رجب ۱۴۰۱ھ

نماز جمعہ کے بعد دعا کرتے ہوئے فرمایا۔ روز محشر میں سب لوگ جمع ہوں گے جس طرح کہ ہتھیلی میں اکٹھا کیا جاتے۔ مشرق مغرب، شمال جنوب ہر طرف کے لوگ ایک دوسرے کو خوب دیکھ سکیں گے جس شخص نے جو بھی عمل کیا ہوگا اپنے ساتھ اٹھایا ہوگا۔ چوری، بدکاری، زناکاری، زبان درازی وغیرہ۔ الغرض جو بھی گناہ کیا ہوگا وہ ساتھ لئے کھڑا ہوگا اور اس دن کی ذلت و رسوائی سخت ہوگی۔ سب لوگوں کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ آخرت کی رسوائی سے پناہ مانگیں اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

تحریر :۔ الاستاذ عبدالمنعم مصطفےٰ احمد
ترجمہ :۔ محمد حبیب الرحمٰن خان ندوی

بہائیت
اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کی خطرناک سازش

یہود کی عالمی برادری اور اس کے بطن سے جنم والے خدا بیزار کمیونزم کے خاص پلان کے تحت جدید تمدن و فلسفہ اور بت پرستانہ عقائد کی ایک لہر طوفان بن کر ملت اسلامیہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہے ، یہ ایک زبردست یورش ہے جو اسلام کے مکمل استیصال کی خواہاں ہے ۔ اسلامی دنیا کے خلاف اس سخت اور سرکش حملے کا جو روشن خیالی ، جمہوری آزادی اور نئے افق کی تلاش و جستجو کے نام سے ہوا ۔ نئی دنیا نے مشاہدہ کر لیا کہ یہ فکری جہاد مسلمان عقل کو قید کر کے اسے ملیا میٹ کرتا ہے ۔ مسلمانوں میں جو صحیح ایمانی قدریں اور اسلامی روایات گھر کئے ہوئے ہیں ان کا ستیاناس کرتا ہے ۔ اور اس بات اور اس عہد کو پہنچ چکی ہے کہ جب علمائے اسلام اور عارف باللہ افراد اس کے مقابلے کے لئے میدان میں آ کر اس ٹولے کی خواہشات اور ان کے معتقدات کی دھجیاں بکھیرتے ہیں تو یہ لوگ فکری روشن خیالی کے نام پہ چیخ و پکار کرنے لگتے ہیں اور عقلی بندشوں کی دہائی دیتے ہیں ۔ یہ گمراہ اور بد باطن افراد کا شیوہ ہے جو آزادیٔ فکر و خیال کے پردے میں چھپ کر گوریلا جنگ کے عادی ہیں ۔

یہ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اسلامی ممالک کی سربراہی عموماً ایسے افراد کے ہاتھوں میں ہے جو اس ٹولے کے پروپیگنڈہ سے فوراً متاثر ہوتے ہیں اور مسلمان مجاہدین کے خلاف اعلان جنگ کر کے انہیں قید کر لیتے ہیں یا بہت کرم کیا تو ان کے گھروں میں نظربند کر دیتے ہیں ۔ گویا ان کی زبانوں کو کاٹ لیتے ہیں ۔ جو مسلمانوں کو صحیح لائنوں پر رکھنے کی سعی کر سکتے ہیں ۔ پھر میدان صاف ہو جاتا ہے ۔ اور تخریب و فساد اور اکھاڑ و پچھاڑ کرنے والوں کو سنہری موقعہ میسر ہو جاتا ہے ۔ اور یہودیت کی مہربانی اور عالمی سامراج کی عنایات سے اسلامی تعلیمات کے خلاف اس طرح زہر پھیلاتے ہیں کہ عوام اسے محسوس بھی نہیں کر سکتے ۔ عوام میں کسی شئے کا سرایت کر جانا بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔

انہی مذکورہ کوائف میں ہم ایسے مصنوعی مذاہب کا پرچار دیکھتے ہیں جو مر کر زندہ ہو رہے ہیں ۔ جنہیں انسانیت ان کی

عفونت کم نہیں ہوئی۔ وہ نئے نئے لباس اور نئے نئے رنگ میں ظاہر ہوکر اسلامی ملت کے لئے وبال بن جاتے ہیں۔ اخیر دور میں بہائیت اسی طرح کی ایک مذموم کوشش ہے۔ اس سے قبل اسماعیلی فرقے نے تخریب کاری کی۔ اس کے بعد قادیانیت نے کفر و الحاد اور بےغیرتی کے کانٹے بکھیرے۔ ان میں آخری سازش بابیت یا بہائیت ہے جس نے مصر جیسے اسلامی و علمی ملک میں بال و پر نکالنے شروع کئے۔ حیرت ہے کہ اس ناگ کو وہاں فوراً کیوں نہ کچلا گیا۔

یہ بابیت یا بہائیت ہے کیا۔ اور اس نے کس طرح اپنے لئے راہ ہموار کی۔ یہود کی عالمی برادری سے اس کا کیا رشتہ ہے اور اس نے اسرائیل کی خدمت اور مسلمانوں کے لئے اس کی خطرناکی بھی زیر بحث آئے گی۔

بابیت کی پیدائش بابی مذہب کا بانی علی محمد رضا شیرازی ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ اس کے پیدا ہوتے ہی راہی عالم آخرت ہو گئے۔ اس کے ماموں علی شیرازی نے اس کی کفالت کی۔ جو تجارت کا مشغلہ رکھتے تھے جب علی محمد شیرازی سترہ سال کا ہوا تو اپنے ماموں سے الگ تجارت کرلی۔ اس وقت پڑھنے پڑھانے کا کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس کے ماموں نے بہت کوشش کی کہ اسے فقہ و شریعت اور علم منطق کی تعلیم دے۔ مگر یہ اس سے محروم رہا۔ البتہ عربی لغت اور فارسی قواعد اس نے اچھی طرح سیکھ لئے اور عربی خطاطی میں کمال پیدا کیا۔ ماموں سے الگ ہو کر تجارت میں خوب پھلا پھولا۔ اور حلال کمائی سے شادکام و بامراد ہوا۔ پھر اس نے علوم دینیہ کی طرف توجہ کی اور ریاضت سے بھی دلچسپی لینی شروع کی۔ اس عرصے میں اسے کچھ غالی صوفی مل گئے جن سے ان سے جلاء نفس کی خاطر سخت ترین مجاہدوں کی تربیت لی اور بڑی کڑی ریاضتیں کر کے نفس کو مشقتوں میں ڈالا۔ رات بھر کھڑے ہو کر نوافل پڑھتا اور دن میں سورج کی چلچلاتی دھوپ میں کھڑے کھڑے شام کر دیتا۔ جس سے اس کی طبیعت میں دھول، بھول اور غصہ کی ایسی کیفیت پیدا ہو گئی کہ بات نہ کی جا سکے۔ بالکل پاگلوں کی طرح ہو گیا۔ نتیجہ میں اس کے قوائے فکری و عقلی متاثر ہوئے۔ اس کا ماموں اسے اس خطرناک راہ سے موڑنے میں ناکام رہا۔ اس کی باتیں عموماً ایسی ہونے لگیں جو سمجھ میں نہ آتیں حکیموں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ کربلا اور نجف اشرف کا سفر کرے۔ وہاں کھلی ہوا اور معتدل فضا میں علاج کرائے۔ اور وہاں کے علماء سے علم دین حاصل کرے۔

یہ کربلا اور نجف اشرف کے سفر پر روانہ ہوا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۰ سال تھی۔ وہاں یہ کچھ باطنی (قرامطہ) لوگوں کے ساتھ مل گیا۔ منجملہ ان کے شیخ احمد زین الدین احسائی۔ فرقہ شیخیہ کا بانی تھا جو تصوف فلسفہ و شریعت کے ساتھ امامیہ اثنا عشری۔ عقائد کو یونان کے فلسفۂ قدیم سے ملاتا تھا اور یہ پیر اس بھان متی کے کنبے کو۔ کہیں کا اینٹ کہیں کا روڑا نئے طرز اور جدید انداز میں پیش کرتا تھا۔ شیخ احسائی کے مشہور شاگردوں میں اس وقت کاظم آشتی تھا جو فرقہ کشفیہ کا بانی تھا۔ اور اپنے شیخ کے ساتھ ساتھ مہدیٔ منتظر کے ظہور کے قرب کا اشتہار دیتا تھا۔ دھوکا۔ ریاکاری اور سیدھے سادے عوام کو اس وہم میں ڈالنے کی مختلف صورتیں اختیار کرتے کہ مہدی کی آمد کے دن قریب آچکے ہیں اور یہ کہ آج کل الٰہی کا دور دورہ ہے۔ اور مہدی ان کے درمیان زندگی گزار رہے ہیں۔ اور یہ آشتی مرزا علی محمد رضا کی طرف اشارہ کرکے کہتا تھا کہ

یہی ہیں وہ مہدی منتظر جن کا انتظار تھا۔

شیخ احمد احسائی کون تھا متعدد مستشرقین نے اس بات کا اشارہ دیا ہے کہ شیخ احسائی قبیلہ احساء سے نہ تھا اور تاریخی حیثیت سے بھی اس کی کوئی اصل نہیں۔ بلکہ یہ ایک مغربی پادری تھا جسے عالمی استشراق کے مرکز نے انڈونیشیا سے مشرق خصوصاً عالم اسلام کی طرف بھیجا تھا۔ یہاں آکر بظاہر وہ مسلمان ہوا۔ عربی و فارسی زبان سیکھی اور ان میں اچھی خاصی استعداد پیدا کر لی۔ عام مستشرقین کی طرح پھر اپنے پروگرام کے تحت ایران آیا۔ پھر عراق اور کربلا آکر مقیم ہو گیا تاکہ وہاں کے باشندوں کے عقائد خراب کرے اور دینی احکام میں تغیر و تبدیلی بھی کرے۔ تفصیل کے لئے دالکشاف الفرید عن معاول الهدم و نقائض التوحید شیخ خالد محمد علی الحاج)۔

کاظم رشتی کے اشارہ کے بعد کہ علی محمد رضا ہی مہدی ہے۔ دیوانہ۔ مذہب دیوانگی ہی کا بانی ہو سکتا ہے اس نے گنجلک عبارتیں اور بے ربط جملے بولنے شروع کئے۔ جیسے گھروں میں دروازوں سے آؤ۔ فادخلوا البیوت من ابوابها (بقرہ) اور میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کے دروازے ہیں۔ اور اس طرح باتیں شروع کیں۔ وصول الی اللہ تک پہنچنا مشکل و ناممکن ہے کیونکہ راستے بند اور کوشش غیر سود مند۔ ہاں البتہ رسول و نبی ہو کر اور ولی بن کر وصول الی اللہ ممکن ہے۔ اور ان مراتب تک پہنچنا بلا وسیلہ جب مشکل و ناممکن ہے۔ بس یوں کہ میں ہی وہ انتہائی اہم واسطہ ہوں جس کے ذریعہ ان درجات عالیہ تک رسائی آسان ہے۔ اور جب گھروں میں بلا دروازہ داخل ہونا جائز نہیں تو بس میں ہی یہ دروازہ ہوں۔ اس وقت اس نے اپنا نام باب رکھا اور اسے اپنا لقب بنا لیا۔ اس کے پیرو کار بابی کہلائے۔

بابی تحریک کا ابتدائی سفر باب نے اپنی دعوت ۱۸۴۴ء میں شروع کی اور اس کا پہلا متبع ملا حسین بشروی تھا جس نے ۵ جمادی الاول ۱۲۶۰ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۸۴۴ء اس کی بیعت کر کے اس کا اتباع کیا۔ تو اس نے اس کا نام باب الابواب رکھا۔ دروازوں کا دروازہ۔

بابیہ کے نزدیک عدد ۱۹ کی اہمیت ملا حسین بشروی نے جس دن باب کے اتباع کا جوا اپنے گلے میں ڈالا، اس دن کو یہ اپنی عیدوں میں شمار کرتے ہیں۔ اس کا نام عید المبعث، مبعوث ہوئے۔ بھیجے گئے۔ کی عید اور باب نے جیسے تیسے اتنی استعداد پیدا کر لی کہ اپنے گرد ۱۸ آدمی جمع کر لئے۔ اور ان کا نام رکھا جماعۃ الحی۔ زندوں کی جماعت۔ اور اس کی تاویل یہ کی کہ حی کے عدد بحساب ابجد آٹھ ہوئے۔ اور ی کے دس۔ مجموعہ اٹھارہ ہوا اور خود ان میں مل کر ۱۹ کا عدد پورا کیا اس تکنیک سے ۱۹ کا عدد بابیوں۔ بہائیوں کے نزدیک نشانِ تقدس بن گیا۔

اس جماعت کو باب نے پورے ایران میں اپنی دعوت پھیلانے کا حکم دیا اور انہیں رخصت کرتے وقت یہ ہدایات دیں کہ ایک رجسٹر میں ہر اس آدمی کا نام لکھیں جو ان کی بات مان لے۔ اور اسے ان ناموں کی فہرست بھی دیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا کہ:-

"میں عنقریب ان اسماء کو اٹھارہ ابواب میں مدون کروں گا۔ اور ہر باب کو ایسے ترتیب دوں گا کہ وہ ان ۱۹ ناموں پر مشتمل ہو گا۔ ہر باب مجموعہ میں ایک ہی شمار ہو گا۔ اٹھارہ بابوں میں پھیلے ہوئے یہ نام جب واحد اول کی طرف منسوب ہوں گے جو میرے اسم سے ہو گا اور ۱۸ حروف کے نام جو دراصل لفظ "حی" کے عدد ہیں۔ بس یاد رکھنا یہ عدد ۱۹ ہر شئے کے عدد کا بن جائے گا۔ لوح محفوظ میں مرقوم تمام مومنوں کے ناموں کا تذکرہ کروں گا۔ یہاں تک کہ ہمارے دلوں کے ان پر اپنی برکات نازل فرمائیں گے جن کا کوئی شمار نہیں۔ اس دن جب کہ اس کے عرش مجید میں ذکر آیا۔ اور انہیں جنت کے باشندوں میں شمار فرمائیں گے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ باب اسلام سے نکل بھاگنے کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ اور ایسی لائنوں کی تلاش میں ہے کہ اسلام سے نکل بھی جائے اور مسلمانوں کو اس کے ارتداد کی خبر بھی نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ صرف اپنے مومنوں کے ناموں کو مدون کرے گا۔ لوح اللہ میں تاکہ انہیں جنت کا مکین بنائے۔

۱۹ کے عدد کی روشنی میں باب نے مہینوں کو بھی انیس ٹھہرایا۔ ہر مہینہ انیس دن کا اس حساب سے سال کے تین سو اکسٹھ دن ہوتے ہیں۔

<u>باب مہدی منتظر بننے کا آرزومند</u> | باب اور اس کے مریدوں کی دعوت کو باطنی فرقوں اور اثنا عشری عوام و سادہ لوح لوگوں کے ہاں کافی پذیرائی ہوئی۔ بالخصوص اس کے نظریہ مہدی منتظر کی تشریف آوری۔ اور یہ کہ باب الہٰی سے اپنی تعلیمات حاصل کرتا ہے۔ اس طرح عقائد فاسدہ و مظلم ۔۔ تاریک اور بگڑے ہوئے عقائد سے سڑی ہوئی اور منہ بند عقل جنم لیتی ہے۔ چنانچہ باب نے جب آواز کی پذیرائی اور اپنی شہرت کا آوازہ سنا اور محسوس کیا کہ میں کچھ ہوں۔ تو اپنی پہلی دعوت سے مکر گیا۔ اور اسے منسوخ کر کے دعوی کر بیٹھا کہ وہ ہی مہدی منتظر ہے۔ اور یہ امام مہدی کا جسم لطیف اس کے مادی جسم میں حلول کر گیا۔ اور وہ عنقریب ظاہر ہوں گے۔ تاکہ زمین میں ظلم و ستم کے رواج عام کے بعد اسے عدل و انصاف سے بھر دے۔

حقیقت میں بابیوں کے عقیدہ اور ان کی پوشیدہ تعلیمات باب کے مادی جسم میں حلول مہدی کی فکر سے متعارض نہیں۔ اس لئے کہ امام ان کے تئیں زمین پر مظاہر خداوندی میں سے ایک مظہر اور لوگوں کے اس پر منکشف حقائق کی تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے۔ جب کشف و کرامت میں کوئی شخص اس مقام کو حاصل کرے تو پھر وہ امام کے مرتبہ پر بھی فائز ہو سکتا ہے۔"

اور یہ مہمل باب کے دعاوی کے ایک دعوی ہی سے ہے کہ وہ اپنی دعوت سے زیادہ ترقی یافتہ صورت میں ظاہر ہو گا پھر اس کا یہ دعوی ہو گیا کہ وہ محض امام غائب ہی سے افضل نہیں بلکہ (معاذ اللہ) کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و

واصحابہ وسلم سے بھی افضل ہے۔

باب گمراہ کرنے کے سے شیطان کی سواری ہے

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:۔
گمراہ اور اہلِ بدعت کی مبتدعانہ عبادات کو جو سراسر خرافات ہوتی ہیں شیطان ان کے لئے سنوار اور سجھا دیتا ہے اور شرعی راستوں کو ان کے تئیں مبغوض بنا دیتا ہے حتیٰ کہ ان کو علم۔ قرآن کریم اور اس کے تذکرہ سے وحشت ہوتی ہے اور نفرت بھی۔　　(مجموعہ رسائل ومسائل)

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ ـــ باب نے دعوٰی کیا کہ وہ عیاذاً باللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے۔
شیطان رجیم کے اتباع میں کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو چیلنج کیا کہ قرآن کریم کی ایک سورت یا ایک آیت کے مثل بنا کر دکھاؤ۔ اور باب چیلنج کرتا ہے تمام دنیا کو کہ اس کے بیان کے بابوں میں سے ایک باب بنا کر لاؤ۔ اور باب نے اپنے لئے متعدد القاب اختیار کرلئے منجملہ ان کے ایک "ذکر" ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ:۔
انا نحن نزلنا الذکر میں ذکر سے مراد وہی ہے اور البیان سے بھی اپنے کو موسوم کیا اور یہ آیت پڑھی۔
الرحمٰن ○ علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان ○ کہتا ہے کہ انسان تو محمدؐ ہیں اور وہ خود باب۔ بیان ہے۔
اسلام اور مسلمان کے خلاف اس قسم کی بیہودہ بکواس کے بعد علماء و عوام اس کے خلاف بھڑک اٹھے۔ حاکم شیراز نے باب کے داعیوں اور اس کے معاونوں کو طلب کیا۔ اور ان سے باب کے متعلق تحقیقی گفتگو کی۔ انہوں نے بلا کم وکاست باب کے متعلق جو کچھ انہیں معلوم تھا سب کچھ بتا دیا۔ حاکم نے علماء سے فتوٰی لیا۔ جواب میں باب اور اس کے معاونین و انصار کافر اور واجب القتل قرار پائے۔ مگر حاکم شیراز نے انہیں بجائے قتل کے شیراز بدر کر دیا۔ اور اپنے کچھ سپاہی ابی شہر کی جانب بھیجے۔ وہ باب کو پکڑ کر لائے تاکہ علماء کے ساتھ ان کے مناظرہ کا دلچسپ مشاہدہ کریں۔ علماء نے اس کے کفر کا فتوٰی دیا۔ البتہ بعض علماء نے انہیں بجائے کافر قرار دینے کے مجنون، پاگل اور حواس باختہ قرار دیا۔
حاکم نے اشارہ کیا اور سپاہیوں نے باب کو مجلس سے کھینچا اور اسے اچھی طرح مار لگائی۔ پھر حاکم نے اسے اس کے ارتداد کے باعث قتل کرنا چاہا۔ تو باب فوراً اپنے پیروکاروں کے پروپیگنڈے سے باز آیا۔ اور شیراز کی جامع مسجد میں علی الاعلان یہ تقریر کی۔
"اللہ کا غضب نازل ہو اس پر جو مجھے امام کا وکیل خیال کرے یا اس کی طرف کھلنے والا دروازہ۔ جیسا کہ وہ خود کہتا تھا۔ اور اس پر خدا کی پھٹکار ہو جو میری طرف توحید الٰہی کے انکار کی نسبت دیتا ہو۔ یا یہ بات کہ میں محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر ہوں۔ یا خدا کے رسولوں میں سے کسی کی رسالت کا منکر ہوں یا وصیت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ کے آپ کے خلفاء کا کسی بھی حیثیت سے منکر ہوں"
اس طرح باب نے قتل سے چھٹکارا پایا۔ مگر باطن میں اسے اپنی دعوت کا چسکا پڑ چکا تھا اور دل سے چاہتا تھا کہ

اس کی یہ دعوت دی جاتی رہے۔ چنانچہ ۱۸۴۵ء میں عراق میں اپنے نمائندوں کو خط لکھا:۔

"میں تو تمہارے پاس آ نہیں سکتا جیسا کہ میں نے پہلے وعدہ کیا تھا اس لئے تم اپنا کام جاری رکھو

پرانی ہدایات کو اپنا رہنما بنا کر کام کرو"

اور اپنے ایرانی نمائندوں کو دعوت کے سلسلے کو مضبوط و پائیدار بنانے کی خاطر اصفہان میں جمع ہونے کی دعوت دی ۱۸۴۶ء میں باب اصفہان کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ جہاں اس کے نمائندے اور پیروکار پہلے سے جمع تھے۔ وہاں پھر اپنی دعوتی مصروفیتوں میں پھرتی اور دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔

اسلام سے ارتداد ۱۸۴۷ء میں بادشاہ نے باب کو قلعۂ ماہ کوہ میں بند کرنے کا حکم دیا۔ جو عثمانی حکومت و ایران کی درمیانی حدوں میں واقع ہے۔ اس گرفتاری نے اس کے پیروکاروں میں بغاوت کے جراثیم پیدا کر دئیے۔ اور اب علی الاعلان اپنی دعوت دینے لگے۔ جب کہ ان کی گرفتاری سے پیشتر وہ پوشیدہ طور پر دی جا رہی تھی اور اس کے متبعین دن بدن بڑھنے لگے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ حکومت نے باب کو قلعہ چہریق کی طرف منتقل کرایا۔

باب کے پیروکاروں کے اہل حل وعقد اور اس کے قطبوں نے رجب ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۸ء میں صحرا بدشت میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں ۸۱ قطب جمع ہوئے جن کے اہم نام یہ ہیں:۔

ملا حسین بشروئی۔ حاجی محمد علی بافروش ملقب بقدوس قرۃ العین زرین تاج جنہیں بعد میں طاہرہ کے لقب سے یاد کیا گیا۔ اور میرزا علی حسین جو بہار کے نام سے موسوم تھا۔ اس کانفرنس میں دو اہم رموز زیر بحث آئے۔ باب کا قید سے چھڑا کر کسی مامون جگہ پر منتقل کرنا۔ مبادی بابیہ اور دین اسلام کے درمیان حد بندی۔

بابی عقائد و مبادی بابیہ نے جب پیراہن اسلام اتار پھینکا اور اسلام سے متصادم افکار و آراء اختیار کر لئے تو ضروری ہے کہ ان عقائد کو بھی زیر بحث لایا جائے۔

۱۔ خدا کے متعلق ان کے خیالات۔ ۲۔ ان کی عبادات۔ ۳۔ معاملات۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق بابی مذہب کے اساسی عقائد و مبادی تقریباً وہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں۔ مگر صفات الٰہیہ کی تشریح عقیدۂ باطنیہ کے تحت اختیار کرتے ہیں۔ جس میں ہر چیز کے دو رخ ہوتے ہیں۔ ظاہر اور باطن۔ اور یہ کہ وجود انسانی مظاہر خداوندی میں سے ایک مظہر ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور کل کائنات اس کی مظہر ہے تعالیٰ اللہ عن ذالک۔

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور اسی کے لئے یہاں کی حکومت و تصرف۔ زمین و آسمان اس کے دست قدرت میں ہیں۔ اور وجود و کون سب کچھ اس کے کلمہ "کُن" سے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر بابی مذہب اس کے خلاف وجود و کون کو مظاہر خداوندی میں سے ایک مظہر سمجھتا ہے اور اسی حلول و اتحاد کی بنیاد فراہم کرتے ہیں جو قدیم

غریقی مادہ فلسفہ سے ماخوذ و مستنبط ہے۔

نبی یا امام نبی کے متعلق بھی ان کا عقیدہ بعینہٖ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق تھا۔ نبی یا امام اپنی زندگی ا۔ زمین میں مظاہر خداوندی میں سے ایک مظہر ہے۔ اور اس مرتبہ تک کسی بھی انسان کا پہنچنا کچھ متعین اخلاقی صفات کی تکمیل پر موقوف ہے۔ جنہیں وہ امر واقعی سے تعبیر کرتے ہیں: تاکہ حقیقت تک رسائی ہو سکے۔ جس آدمی نے ان اخلاق صفات کو مکمل کر لیا جو نبی یا امام کے اندر پائی جاتی ہیں وہی مظہر الٰہی بننے کا زیادہ مستحق ہے اور دعوت و تبشیر کے کام کی سربراہی کا اسی کو حق پہنچتا ہے۔ اسی وجہ سے باپ کے لئے جائز ہے اور صحیح بھی۔ انہی کے زعم کے مطابق کہ وہ نبی کے مد زمین میں مظاہر خداوندی میں سے ایک مظہر ہے۔

عبادات اولاً ہر بالغ بہائی پر نماز فرض ہے جو نو رکعات ہیں اور بلا جماعت ادا کی جاتی ہیں۔ اور اس کے تین اوقات ں۔ صبح، دوپہر اور شام۔ نماز میں شہر عکا کی طرف رخ کرتے ہیں۔ جہاں بہاء اللہ کی قبر ہے۔ نماز کے لئے پانی سے وضو ں ضرورت ہوتی ہے۔ اگر پانی نہ ملے تو آدمی بسم اللہ الاطہر الاطہر پانچ دفعہ کہہ کر نماز شروع کر دیتا ہے۔ تیمم نہیں رتے جیسا کہ مذہب اسلام میں مشروع ہے۔

دوم۔ روزے۔ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ بابی اور بہائیوں کے نزدیک ۱۹ کا عدد مقدس ہے۔ اسی لئے انہوں نے سال ے ۱۹ مہینے بنائے اور ہر مہینہ ۱۹ دن کا۔ جس سے سال کے تین سو اکسٹھ دن ہوتے ہیں۔ سال کے باقی دن ان کے نزدیک ایام ایقار ہلاتے ہیں۔ وہ ان دنوں کو زیارت و ملاقات اور ضعفاء و مساکین کی خبر گیری میں پورا کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد کامل ایک ہ (۱۹ یوم) کے روزے رکھتے ہیں۔ آخری روزہ نوروز کے دن ہوتا ہے۔ جو ۲۱ مارچ ہے۔ ان کے روزے طلوع آفتاب سے روع ہو کر غروب آفتاب تک ہوتے ہیں۔ صبح صادق سے شروع نہیں ہوتے جیسا کہ حکم خداوندی ہے۔ اور نابالغ، مسافر، ڈھاپے یا مرض کے باعث ضعیف، حاملہ عورت، دودھ پلانے والی، حائضہ اور نفاس والی عورت کو روزہ معاف ہے ن تمام روزوں کی قضا نہیں۔

سوم۔ حج۔ ان کا حج اس گھر کا ہوتا ہے جہاں اس مذہب کے بانی علی محمد رضا نے جنم لیا جو شیراز میں ہے یا اس گھر ہاں بہاء اللہ حسین اقامت عراق کے دوران ٹھہرا تھا اور حج کا کوئی وقت متعین نہیں۔

چہارم زکوٰۃ۔ عبد البہاء عباس سے جب زکوٰۃ کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے جواب میں کہا۔

"بہائیت میں زکوٰۃ کا مسئلہ ایسا ہی ہے جیسا اسلام میں ہے"

نکاح و شادی نکاح صرف ایک عورت سے کر سکتا ہے ایک سے زیادہ نکاح جائز نہیں۔ البتہ اگر عدل و انصاف ہو تو جائز ہے۔ عبد البہاء عباس نے اس کی تشریح یوں کی ہے:۔

نکاح ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ دو کے ساتھ نکاح ایسی شرط کے ساتھ مشروط ہے

جس کا تحقق ممکن نہیں یعنی عدل و انصاف۔ طلاق ان کے یہاں مکروہ ہے۔ اور بہائی مرد غیر بہائی عورت سے اور بہائی عورت غیر بہائی مرد سے شادی کر لیتے ہیں۔ ایک شرط کے ساتھ کہ غیر بہائی کی موجودگی میں بہائی سے نکاح کی آزادی ہے۔

میراث: بہائی مذہب میں لڑکا اور لڑکی جملہ حقوق میں برابر ہیں اور دونوں کا سن رشد ایک ہے پندرہ سال غیر بہائی بہائی کا وارث نہیں ہو سکتا۔

علم: بہائی مذہب کے بانی نے اپنے چیلوں کو علم سے دور رہنے اور علماء سے پیچھے رہنے کی دعوت دی اور کتابوں کو نہروں میں ڈالا جائے یا ان کے حروف مٹائے جائیں یا کتابوں کو جلا دیا جائے۔ اس کے خلیفہ نے آکر یہ حکم منسوخ کر دیا۔

بعض اہم مصنفین بہائی افکار سے متاثر: ممکن ہے کسی مسلم اسکالر محقق کے مشاہدہ میں یہ بات آئے کہ بہائی افکار و عقائد مقالات و خطابات اور مستقل کتاب کے قالب میں اس طرح ہمارے روبرو پیش کئے جائیں کہ نئی دنیا کے اہم حوادث پر مناقشہ اور یہاں روزانہ ہونے والی تبدیلیوں پر تنقید و گرفت جیسی شکل لئے ہوئے ہوں۔ چنانچہ حسین احمد نے امارات متحدہ کے رسالے "صحیفۃ الخلیج" کی اشاعت مورخہ ۶ جمادی الاول ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۷ جنوری ۱۹۸۵ء میں ایک مضمون بعنوان "اسلامی پارلیمنٹ کی تاسیس کی دعوت" اس میں مندرجہ ذیل افکار پیش کئے ہیں۔ دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے کہ اس میں جیسا کہ ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ یہ افکار و آراء بہائی عقائد کے عین مطابق ہیں مضمون میں حسب ذیل مطالبہ ہے۔

۱۔ میراث میں مرد عورت کا برابر حصہ (بہائی مذہب میں بہن بھائی برابر حصہ دار میراث میں ہیں)

۲۔ میراث میں مرد و عورت (گواہی) مرد کی شہادت کے برابر متصور ہو (جیسا کہ بہائیوں کے یہاں عام ہے)

۳۔ اسلامی پردہ کی مختلف دعاوی کے ساتھ تردید (بہائی عورت بالکل پردہ نہیں کرتی)

مقالہ نگار حسین احمد امین کا کہنا ہے کہ ان کی مزعومہ اور پیش کردہ پارلیمنٹ مختلف مذاہب و ادیان کے لوگوں سے مرتب ہو۔ (اور بہائیوں کا خیال ہے کہ ان کے مذہب نے ہر مذہب اور ہر مشرب کو اپنے میں ضم کر لیا ہے اور یہ کہ بہائیت کا ظہور تمام ادیان یہودیت، نصرانیت اور اسلام کے لئے پیغام فتح ہے۔ یہ تمام مذاہب بہائیت کے تئیں برابر ہیں۔ یہ فکر دراصل فاشسٹ ہے۔ حسین احمد امین نے کھل کر دعوت دی وہ کہتا ہے:-

"ایسے ہی میں یقین کرتا ہوں کہ اسلامی اقدار حیات اور مفاہیم کی قدیم تفسیر کا اعادہ ممکن نہیں کہ وہ ایجابی اور فعال شکل میں پایۂ تکمیل تک پہنچے۔ الّا یہ کہ اجتماعی جدوجہد ہو اور اس میں مختلف قسم کی حسنات اور نوع بنوع مشارب و احساسات کے افراد کے مخصوص رجحانات کار فرما ہوں"

یہ یقیناً توارد کی صورت نہیں بلکہ منظم اسکیم ہے کہ اپنے مقالہ نگار اپنے مضمون کی ابتداء بہائیوں کی ایک مشہور

اور بدیہی فکر سے کرتا ہے۔ اور ہم ابتداءً ایک حقیقت واقعہ کے اظہار پر مجبور ہیں جس پر مفکرین کی چھاپ نہیں اور نہ ان کی اسے تائید حاصل ہے۔ اور وہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ:۔

مفاہیم و مدرکات، معتقدات وخیالات اور فہم حیات، زندگی کی قدریں، کسی بھی دین میں ایک حال پر نہیں رہتیں اور میری رائے میں تو ہمارے اس دور میں جہاں بشری نشاط اور سرگرمی کے بڑے بڑے مواقع منصوبہ بندی اور قواعد اصلاح کے اصولوں کے تحت وجود پذیر ہوئے ہیں، دینی میدان میں منصوبہ بندی اور اصلاحی کوشش ہمارے اس زمانے میں ضروری ہے ان کے بغیر چارہ نہیں۔

پھر ہمارے سامنے بہائیوں کی مندرجہ ذیل عبارت آئی جوان کے نشریہ ۱۹۴۷ میں چھپی۔

"ملل وعقائد کے اہل حل وعقد مفکروں کا تقریباً اس پر اتفاق ہے کہ انسانیت اپنے موجودہ اٹھان میں فیض الٰہی کی زیادہ ضرورت مند ہے۔"

آگے لکھتا ہے۔ "عقل منیر عقل روشن کی استطاعت نہیں کہ وہ کہہ سکے کوئی بھی شریعت وقانون ہر زمان ومکان کے ظروف وسوانح سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے"۔ اس طرح ہمیں مشاہدہ ہوتا ہے کہ ان افکار کی نشر واشاعت اور ترویج کس طرح آزاد گفتگو اور علمی بحث کے پردہ میں ہو رہی ہیں اور عجیب اتفاق ہے کہ مقالہ نشر ہوا ۱ جمادی الاول ہیں۔ جو بہائیوں کی سالانہ تقریبات کا دوسرا دن ہوتا ہے۔ کیا یہ محض اتفاق ہے یا منظم اسکیم ہے؟ آنے والے ایام ان کے اور ان کے اخلاف کے کٹہرے کو کھول دیں گے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے۔

بہائیوں کا برطانوی راج اور مغربی سامراج سے ربط وضبط

ہندوستان اور مصر پر برطانیہ کا تسلط تھا اس تسلط واقتدار نے برطانوی سامراج کے سامنے خلافت عثمانیہ کا حیلوں بہانوں سے گھراؤ اور اس پر قبضہ کرنے کی راہیں ہموار کیں۔ جس کے لئے دنیا بھر کے مسلمان اپنے دلوں میں عقیدت ومحبت کے جذبات رکھتے تھے۔ برطانوی طاقتوں کو سب سے بڑا خطرہ اور ڈر تھا۔ خلافت عثمانیہ کا اعلان جہاد اور اس کے چوگوشے حملے سے۔ اس لئے اس کا اہم مقصد تھا مسلمانوں کی صفوں دراڑ ڈالنے، ان کے درمیان اختلاف وتفرقہ کے بیج بونے اور بعض کو بعض کے ساتھ ٹکرانے کے لئے مختلف وسائل واسالیب اختیار کرنا تاکہ اس کی مخالفت ڈھیلی ہو اور مسلمانوں کی صفوں کو توڑنے میں دشواری نہ ہو۔ باب اور اس کے خیالات میں انہیں اپنا بڑا معین دکھائی دیا جو ان کے ناپاک عزائم کی تکمیل میں ان کا مددگار رہوگا۔

باب اپنے نہ ماننے والوں کا کافر کہتا ہے اور وہ خود اسلامی حکومت کا منکر اور اس کا باغی تھا۔ وہ ایران کی ہو یا استنبول کی اسی باعث باب کا وجود اور ان کی دعوتی سرگرمی برطانوی سامراج کے مسلمانوں کی سرزمین میں تسلط وقبضہ اور بہی گاٹھ نے موافق ہی نہیں معاون بھی تھی جب تک باب اپنی دعوتی سرگرمی، مسلمانوں کی تکفیر اسلامی حکومت کے خلاف اس کے مریدوں کی بغاوت اور فریضہ جہاد کے سقوط پر مستعد وبرقرار رہے۔ یعنہٖ یہی مقصد زار روس کا تھا جو عثمانی لشکروں سے

لرزہ بر اندام رہتا تھا۔ اسی لئے برطانوی کونسل اور روسی کونسل دونوں باب کو جیل سے چھڑانے کے لئے سید ناصر الدین شاہ کے ہاں سفارشی بن کر گئے جب کہ شاہ نے اس کی پھانسی کا حکم دے دیا تھا۔ یہ فیصلہ علماء ایران کے ساتھ اس کے طویل مناظرے اور اس کی شکست کے بعد دیا گیا۔ مناظرے کے دوران اس نے یہ بھی کہا کہ وہ مہدی منتظر ہے۔

روس و برطانیہ کی سفارشیں مسترد کر دی گئیں۔ اور اس کی پھانسی کا حکم برقرار رہا۔ اس کی پھانسی کے بعض شاہدین کا کہنا ہے کہ پھانسی کے وقت اس کے چہرہ کی کیفیات اس خواہ مخواہ کی مصیبت پر پتہ دے رہی تھیں اور رجوع الی الحق۔ راہ راست پر آنے کی اس نے خواہش بھی کی مگر اس کی باطل غیرت نے اسے جھنجھوڑا اور شیطان نے وسوسہ ڈالا اور اسے ارتداد سے واپس نہ آنے دیا۔

مؤلف کشاف فریدیہ کا کہنا ہے کہ انگریز نے محسوس کیا کہ اس کی آخری امید میرزا حسین بہاء جن کی وجہ سے بابی تحریک "بہائی" کہلائی۔ ان کی مدد و نصرت اور ایران میں بابی تحریک کے چراغ گل ہونے کے بعد اس کی دعوت کی کامیابی کے لئے اس کے ضروری اسباب مہیا کرنا ہے۔ اس کے لئے برطانیہ، روس اور یہود کی عالمی برادری کے تعاون سے اس کی رستگاری کے ذریعہ اور رواسطہ اختیار کیا چونکہ اس کی شخصیت میں انہیں ایسے شخص کی جھلک دکھائی دے رہی تھی جو ان کی جلیل القدر خدمات انجام دے سکتا ہے۔

بہائیت کی انگریز دوستی اور یہود کے ساتھ خوشگوار تعلقات کا اس کا تیسرا قائد عبدالبہا یا عباس ابن الاکبر نہ صرف مذہب تھا بلکہ مرقع تھا جو اس کی تقریر یہ لندن، جو وہاں کے مختلف گرجوں اور متفرق محفلوں میں کی۔ جس میں وہ انگریز سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:۔

"آپ کی محبت کی مقناطیس نے مجھے اس حکومت کی طرف کھینچا ہے"

اور ایک دوسرے خطبہ میں یوں کہتا ہے۔

"لوگوں نے بنی اسرائیل اور مسیح اور دوسرے پیغمبروں کی تعلیمات کو بھلا دیا۔ بہا نے آکر ان کی تجدید کی"

نصاریٰ کو راضی کرنے اور یہود سے رشتہ جوڑنے کی خاطر حضور اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک سے گریز کرتا تھا۔ ایک مرتبہ نصاریٰ کے مجمع میں تقریر کے دوران کہا۔

"حضرت مسیح علیہ السلام ایک حقیقت الٰہیہ اور آسمانی کلمہ جامعہ ہے جس کا نہ اول ہے نہ آخر اور اس کے لئے ظہور واشراق اور طلوع و غروب ہے۔" ہر زمانے میں کہ اور کہتا ہے۔ "مغربی تمدن مشرقی تہذیب سے آگے بڑھ گیا اور مغربی آزار بہ نسبت مشرقی آزاد کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ قریب ہے۔

بہائیت، یہودیت اور صیہونیت کا گٹھ جوڑ

بہائیت کے خود اپنے ہی ذرائع سے صیہونیت سے اس کا رابطہ اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی سامراجی ذہنیت ظاہر ہے ہم یہاں کچھ ذکر کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین

کے ہاتھ میں ہے :-

۱۔ الاخبار الامریہ جسے بہائیوں کی وطنی محفل روحانی نکالتی ہے اس نے اپنے شمارہ ۱۹۵۱ (دسمبر) میں بہائی رئیس علی سیہوفی وزیر ادیان کے ساتھ گفتگو نقل کی ہے جس میں وہ کہتا ہے :-

"حکومت اسرائیل کی سرزمین بہائی، یہودی، نصاریٰ اور مسلمانوں کی نظر میں مقدس ہے"

اب سے پچاس سال پہلے عبدالبہا نے ایک مضمون لکھا میں لکھا کہ :-

"آخر میں فلسطین یہود کا وطن بن جائے گا"

۲۔ توقیعات مبارکہ ج ۲ مؤلفہ شوقی آفندی، فرقہ بہائیہ تیسرا قائد و رہبر میں ہے :-

"وعدہ حق پورا ہوا، انبیاء خلیل و کلیم کے وارثوں کے لئے اور اسرائیلی گورنمنٹ مقدس سرزمین میں قائم ہو گئی اس کے اور بہائیوں کے مرکزی جامعہ کے درمیان تعلقات مضبوط ہو گئے۔ اور اسرائیلی گورنمنٹ نے اس پر ملا اعتراف کیا

۳۔ اخبار امریہ مطابق اکتوبر ۱۹۶۱ء میں روحیہ ماکسولی، زوجہ شوقی آفندی اور موجودہ سربراہ کا ایک اخباری انٹرویو شائع ہوا ہے :-

اگر ہم خود مختار ہیں تو مناسب یہ ہے کہ یہ نیا دین، بہائی مذہب ہے کسی نئی مملکت میں ہو وہاں یہ بال و پر نکالے پروان چڑھے۔ اسرائیل کے ساتھ ہمارے روابط اور ذہنی ہم آہنگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اب ضروری ہے کہ صحیح صورت اختیار کرتا۔ ہمارا اور اسرائیل کا مستقبل دونوں باہم مربوط ہیں۔ ایک سلسلے کی طرح۔

۴۔ بہائیوں کا مرکزی تشکیلی مرکز جس کا نام بیت العدل ہے فی الحال اسرائیل میں پایا جاتا ہے جس پر نو آدمیوں کی ایک نگران ہے۔ اس میں امریکی اور یورپی شریک ہیں۔ اس کی روحانی سربراہی ایک امریکن عورت کو حاصل ہے (روحیہ ماکسول) دنیا کی دیگر محفلیں اور اجتماعات سب اسی رئیسی مرکز کی شاخ ہیں۔

۵۔ عرب۔ اسرائیل سے بائیکاٹ کمیٹی کے پاس ایسے ثبوت ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہائی یہودیوں کے ساتھ بھائیوں جیسی معاملت برتتے ہیں اور اس کے ساتھ محبت کے روابط استوار کرتے ہیں۔ اسی لئے اس نے ایک قرارداد کی جس میں بہائیوں کو تخریب کار کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔ اور اسے کالے دائرے میں رکھا ہے۔ اور بلاد عربیہ ممالک میں اس کی سرگرمیوں پر قدغن لگادی کیونکہ اسرائیل کے ساتھ اس کے مشہور عالم تعلقات ظاہر و باطن میں بالکل ہیں۔ یہ قرارداد ماہ صفر ۱۳۹۵ھ میں پاس ہوئی۔

یہ نصوص اور تاریخی وثائق تمام کے تمام اس کی تائید اور تاکید کرتے ہیں کہ عالمی اور یہودی سامراج کے ان افکار و ت کو یہ نفوس بہت عزیز رکھتے ہیں تاکہ مسلمان نسل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور ان کے مذہب اسلام سے انہیں تہ بہائیت، خود بھی بزبان حال اس کی تائید کرتی ہے کہ وہ انسانیت کی حقیقی دشمن ہے۔ تف ہے ان کے کردار پر۔

محمد حجازی، مدیر تفیطہ ایران کہتے ہیں کہ بہائی مشرک ہیں قطعاً مسلمان نہیں۔ ہم نے ایران میں ان کی ناپاکی کا اعلان کر دیا ہے۔ بہائیوں کے قبرستان یہودیوں کے مقابر کے ساتھ میدان ہیں ہیں۔

بہائیوں کی تقریبات بہائیوں کی تقریبات (عیدیں) مسلمانوں سے بالکل مختلف ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جشن نوروز۔ ۲۱ مارچ یہ جشن حقیقتاً مجوسیوں کا ہے جو آگ کی پوجا کرتے ہیں۔

۲۔ جشن رضوان ۲۱ اپریل اور ۲ مئی۔ یہ تہوار بہاء اللہ کے اعلان دعوت کی یادگار ہے جس کا عنوان انہوں نے گلشن رضوان رکھا ہے یہ اعلان اس وقت کیا تھا جب عثمانی حاکم نجیب پاشا نے باغ میں اسے قید کیا اور یہاں وہ بارہ دن مقیم رہا۔ اس عرصہ میں اس نے اپنی دعوت کا اعلان کیا۔

۳۔ بانی مذہب کا جشن۔ ہر سال غرّہ محرم سے شروع ہوتا ہے۔

۴۔ بہاحسین علی کا یوم پیدائش۔ جو ۲ محرم الحرام کو شروع ہوتا ہے۔

۵۔ جشن اعلان دعوت باب جو علی محمد شیرازی کے خلاف ہوا۔ ۵ جمادی الاوّل

بہائی مذہب میں تفریق اور تشتت شیراز میں باب کی پھانسی کے بعد ان کے پیروکار گمراہی کے باعث سختی وجلاوطنی کے سبب سختی وجلاوطنی کے سبب ٹولیوں میں بٹ گئے۔ ان کے سرداروں نے مختلف نعرے لگائے:۔ دعوی نبوت۔ اعلان وصیت۔ اظہار ولایت اور دوسرے بلند بانگ دعوے۔ اس وجہ سے ان کی رائیں مختلف اور ان کی خواہشیں جدا جدا ہو گئیں۔ سب کے سب گمراہی کے گہرے گڑھے میں جا گرے۔ کچھ تو انتہائی گندے اور مہلک امور میں پھنس گئے۔ البتہ باب کے شاگرد مرزا حسین علی بن مرزا عباس نوری مازندانی جس نے اپنا نام بہاء رکھا۔ اس نے لوگوں بابی مذہب کی طرف بلایا۔ جس کا نام اس کے نام کی وجہ سے بہائی مذہب ہو گیا۔ اس کی ثقافت وتہذیب برہمن ازم۔ بودھ ازم۔ زرتشتی۔ مانویت۔ مزدکیت۔ نصرانیت ویہودیت، اسلام اور کچھ باطل فرقوں کے افکار وآراء کا معجون مرکب تھی۔

مرزا حسین کی وفات کے بعد بہائی مندرجہ ذیل خانوں میں بٹ گئے۔

۱۔ بہائیت۔ ۲۔ ازلیت۔ صبح ازل کی نسبت سے جو باب کے مددگاروں میں تھا۔ ۳۔ البابیت۔ مخلصین کی جماعت جس نے بعد میں آنے والوں کے افکار اختیار نہ کئے۔ اور باب ہی کی ڈگر پہ جمے رہے۔ ۴۔ البابیۃ البہائیۃ العباسیۃ: عبد البہاء عباس کے پیروکار۔ وہ حسین علی بہار کا فرزند تھا۔ اس نے اپنا نام عبد البہار رکھا۔ (پیدائش ۱۸۴۴ء۔ وفات ۱۹۲۱ء) ۵۔ ناقضون، عباس کے بھائی محمد علی کے پیروکار۔ مؤرخین انہیں مرزا عباس کے مریدوں کے خلاف باغی کہتے ہیں۔ اور محمد علی کے پیروکاروں کی ضد میں نقض عہد کرنے والے کہتے ہیں۔

ان فرقوں میں سے ہر فرقہ دوسرے کو لعن طعن کرتا ہے۔ اپنے دعوی کی صحت، دوسرے کی تکفیر کرتا ہے۔ معاشرتی

یک لخت الگ ہوگئے۔ ایک دوسرے کے ساتھ معاملات حرام قرار دے دئے گئے۔ ہر ایک کی دوسرے کے خلاف عداوت اور دشمنی اپنے مخالفین سے بھی زیادہ ہوگئی۔ جو ان کے افکار و خیالات کو قطعاً باطل قرار دیتے ہیں۔

حضور ختم مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بالکل برحق ہے۔ کہ میری امت میں تیس دجال اور جھوٹے پیدا ہوں گے ہر ایک کا دعوی ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ حالاں کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد)

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ رض سے روایت ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "قیامت سے پہلے بہت سے جھوٹے مدعی ظاہر ہوں گے ان سے بچتے رہنا"

علماء اسلام کے انفرادی و اجتماعی فتاویٰ!

بہائیوں سے متعلق متعدد اسلامی فقہی فتاویٰ ان کے کفر کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور انہیں دین الٰہی سے بالکل خارج قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الازہر علامہ سلیم البشری سے جب زعیم بہائی مرزا عباس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا۔

"وہ کافر ہے"۔ یہ فتویٰ جریدہ مصر القاۃ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ عدد ۲۹۲ میں شائع ہوا۔

مفتی اعظم مصر نے بہائی سے شادی کے متعلق مندرجہ ذیل فتویٰ دیا۔

اگر مدعی نے بہائی مذہب اختیار کر لیا اور پہلے مسلمان تھا تو وہ مرتد شمار ہوگا اس پر مرتدین کے احکامات نافذ ہوں گے۔ اور اس کا نکاح بہائیوں کی محفل میں جس کے ساتھ بھی ہوا شرعاً باطل ہوگا۔ خواہ عورت بہائی ہو یا غیر بہائی۔ ۵۰-۴-۱۲

ایسے ہی مجلس دولت مصری نے بہائیوں کے سلسلے میں جو احکام جاری کئے ہیں کہ جو مسلمان بھی بہائی مذہب اختیار کرے گا وہ مرتد ہوگا اور اس کا نکاح باطل ہوگا۔ ۱۱-۶-۱۹۵۲ء

اس تمام تفصیل کے بعد کیا ہم مسلمانوں کو نشاط ثانیہ اور حقیقی و صحیح بیداری کی ضرورت نہیں اور اول و آخر مسلمان کی حیثیت سے اپنے موقف کی تجدید و تعیین کا احتیاج نہیں کیا۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ ہم احکام شریعت و سنت نبوی کی طرف رجوع کریں۔ جب کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کہ وہ زندگی کی ضرورتوں کا ساتھ نہیں دیتا۔ اس مکروہ سازش و یورش کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں اہل باطل کو اس کی کیونکر جرأت ہوئی۔ کیا یہیں دکھائی نہیں دیتا کہ احکام اسلام معطل اور شریعت خداوندی مفلوج ہو رہی ہے۔

مسلمانو! قبل اس کے کہ تمہیں کوئی بڑی مصیبت آ گھیرے، اٹھ بیٹھو اور اپنے مذہب کے مسئلے میں بیداری اور ہوشیاری کا ثبوت دو۔ (عربی سے ترجمہ) منار الاسلام متحدہ امارات۔ رمضان ۱۴۰۵ھ

حضرت العلامہ مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی

اُطلبوا الشیخ فی احدی الثلاث

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، سوانح اور پیغام

بعد الحمد والصلوٰۃ الحق ترجمان حقانیہ کے مکرر سہ کرر فرمائش پر حضرت شیخ مولانا عبدالحق صاحبؒ مہتمم دارالعلوم حقانیہ سابق استاد حدیث و مدرس اعلیٰ دارالعلوم دیوبند پر چند گذارشات پیش خدمت ہیں فان کان صوابًا فمن اللہ وان کان غیر ذالک فمنی ومن سوء فہمی۔

تحسین ناشناس احقر کے خیال میں حضرتؒ پر ہیچمدان پس ماندگان کا کچھ لکھنا تحسین ناشناس ہے اور صائب مرحوم کے نزدیک اس سے شعر کی قدر شکنی ہوتی ہے نہ کہ عزت افزائی۔ ان کا قول ہے ؎

صائب دو چیز می شکند قدر شعر را
تحسین ناشناس سکوت سخن شناس

سخن شناس حضرات کا قحط ہے۔ حضرت شیخؒ کے قدر شناس آپ سے پہلے ہی منزل پا چکے ہیں۔

برزخ میں آپ کا استقبال غیب کا علم تو خاصہ خداوندی ہے۔ شیخؒ کی حیات طیبہ سے اندازہ یہی ہے "واللہ حسیبہ" کہ کرزبن وبرہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر جس طرح اہل مقبرہ نئے کپڑے پہن کر خوشی خوشی ان کی آمد کا انتظار کرتے رہے۔ کما فی شرح الصدور للسیوطی رحمۃ اللہ۔ حضرت کے اسلاف کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہی کچھ اسی شان سے آپ کا استقبال کیا ہوگا۔ والعلم عنداللہ

زندگی کے مخفی گوشے میں یہ نہیں کہتا کہ حضرت پر کچھ لکھا نہ جائے۔ جن حضرات کو شیخ کے ساتھ طویل صحبت کی سعادت نصیب ہو چکی ہے اولاً یا آخراً اور حضرت کی زندگی کے کچھ مخفی گوشے انہیں معلوم ہیں۔ بالخصوص دارالعلوم دیوبند کے دور مدرسی کے حالات وہ انہیں ضرور قوم کے سامنے لائیں اور یہ اس لئے کہ زندہ قومیں اسلاف کی ماضی میں اپنے حال پہ غور کر کے اس پر عمل کرتی ہیں یہی نسل کے لئے ان کا عظیم ورثہ ہیں ــــ
لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

دارالعلوم دیوبند کی اعلیٰ تدریس میری ناقص معلومات کے مطابق علماء سرحد میں یہ یاران ثلاثہ سیدی

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی قدس سرہ ۔ حضرت الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب نافع رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ یہی وہ عظیم شخصیتیں ہیں جنہیں دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ مدرسی کی دنیا راست آئی ہے ۔ علوم دینیہ کے یہی اقانیم ثلاثہ اور دینی علوم کے دیار بلافع کے یہی ثلاث الاثافی ہیں ۔ جن پر علماء سرحد کو فخر کرنے کا حق حاصل ہے ان کے علاوہ یا تو مجھے معلوم نہیں ہیں یا وہ حضرات قلیل عرصہ تک رہے ہوں گے ۔ جنہیں علمی دنیا میں خاص شہرت نہیں مل سکی ہے

وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

ولو کرہ الاعداء من کل حاسد

بہرحال حضرت کی زندگی کے گم شدہ اوراق اگر مل سکیں تو انہیں ضرور منظر عام پر آنا چاہیئے ۔ ہاں صرف اطراء مادح اور عام رواج کے مطابق محض زبانی جمع خرچ کی اب شیخ کو ضرورت نہیں رہی ۔ کیونکہ آپ انشاء اللہ انا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقاً کے مقام پر فائز المرام ہو چکے ہیں اور اب آپ مدح اور قدح قادح سے بے نیاز ہیں ۔ واللہ بصیر بالعباد ۔

عود الی المقصود | میں نے اوپر کا عنوان نقاوۃ حدیث سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لیا ہے ۔ آپ نے جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کی درخواست کی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یقین دلایا کہ انشاء اللہ ایسا ہوگا ۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا این اطلبك یا رسول اللہ اے اللہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو عرصۂ محشر میں کہاں کہاں ڈھونڈوں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فی احدی الثلاث ان تین مقامات پر مجھے ڈھونڈتے ہوئے انشاء اللہ مل جاؤں گا ۔

عند الصراط ۔ عند المیزان ۔ وعند الحوض ۔ پل صراط پر ، میزان اعمال پر یا پھر حوض کوثر پر ۔

میں سمجھتا ہوں عالم برزخ میں پہنچنے کے بعد آپ نے شیخ سے ملنا ہے تو ان تین مقامات میں آپ کو تلاش کریں ۔ انشاء اللہ آپ ان کی زیارت بلکہ اعانت سے محروم نہیں رہیں گے ۔

دعوات حق ۔ معرکہ اسلام اور حقائق السنن و امثالہا میں گویا اب بھی آپ آواز دے رہے ہیں کہ ع

ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

دعوات حق | دعوات حق کا ایک ایک حرف پڑھتے جایئے آپ پر موعظۂ حسنہ کی حقیقت کھلتی جائے گی ۔ اُمت کا غم ہمہ پہلو اس کی خیر خواہی اور زندگی کے ہر شعبہ پر اسلام کی معجزانہ گرفت سے آپ اچھی طرح واقف ہوتے جائیں گے ۔ بغرض دعوات حق کے آئینہ میں آپ شیخ کو منبر و محراب سے حقیقی اسلام کی تلقین کرتے ہوئے پائیں گے ۔

معرکہ اسلام | میں آپ محسوس کریں گے کہ واقعی مذہب غالب اور سیاست مغلوب ہے آپ کے ان بیانات سے مذہب برائے سیاست اور سیاست برائے مذہب کا فرق آپ پر واضح ہوگا۔ اس کے گہرے مطالعہ سے انشاء اللہ آپ موجودہ پرفریب سیاست سے محفوظ رہیں گے۔ واللہ توفیق من اللہ تبارک و تعالیٰ۔ حاصل یہ ہے کہ سیاست کو مسلمان دیکھنا ہے تو اسمبلی میں حضرت کی تقاریر کا مطالعہ فرمائیں۔

حقائق السنن | میں آپ کو شیخ ایک عظیم محدث کی قبا و عبا میں نظر آئیں گے۔ حدیث مصطفوی علی قائلہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت آپ کے دل پر غالب رہے گی۔ اور آپ کو ترمذی شریف میں امام ترمذی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نہیں بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بولتے نظر آئیں گے۔ آپ محسوس کریں گے کہ فقہ حنفیہ ہی قرآن و سنت اور اجماع امت کی صحیح تعبیر و تشریح ہے۔

حضرت کے تلامذہ | اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ درخت پھل سے پہچانا جاتا ہے استاد کو بھی شاگردوں میں اور شیخ کو اپنے مریدوں میں بھی تو دیکھا جا سکتا ہے۔ حضرت شیخ کے چھ ہزار شاگرد بتائے جاتے ہیں پھر کیوں نہ تم حضرت مرحوم کو ان میں دیکھ لینے (کی کوشش کر لیتے)

(غرض یہ ہے کہ حضرتؒ کے تلامذہ مجاہدین و مہاجرین افغانستان ہی میں تو محصور نہیں جنہوں نے حقانیہ میں جو دین پڑھا اور شیخ سے جو اسلام سیکھا اسی کی سربلندی کے لئے تقریباً چودہ لاکھ شہداء کرام کے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ تیس لاکھ سے زائد مہاجرین نے گھر بار چھوڑا راحت و آسائش کو قربان کیا لاکھوں بلکہ کروڑوں کی جائیداد پر لات ماری اور الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ان کا جذبہ جہاد بصورت قتال فی سبیل اللہ آج بھی شباب پر ہے اور خوشی خوشی اعلان ہو رہا ہے

دست از طلب ندارم تا کام من بر آید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

حضرت کے تلامذہ میں صرف اسی ایک قسم کے منور چہروں میں ہی حضرت کی زیارت کی جا سکتی ہے تدریس و تعلیم، تعلم و خطابت، تصنیف و تالیف رد فرق باطلہ، شاید کوئی بھی ایسا محاذ جس پر حضرت کا شاگرد نہ ہو۔ یہ پارلیمنٹ کا معرکہ شریعت بل اور تحریک نفاذ شریعت بھی تو اصلاً حضرت شیخ ہی کے دو تلامذہ مولانا سمیع الحق اور مولانا قاضی عبداللطیف ہی کا لازوال تاریخی کارنامہ ہے۔

حسرت بھری آہ | لیکن افسوس صد افسوس کہ شیخ کے بعض تلامذہ نہ صرف موجودہ اور مروجہ جمہوریت عوام پر نام کی حکومت پر لٹو رہے بلکہ حضرت کی تحریک شریعت کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ بھی بنے رہے۔

خراج تحسین پیش کرنے کا صحیح طریقہ | سب جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کا عدالتی نظام سراسر غیر اسلامی ہے اور

یہ بھی جانتے ہیں کہ آنحضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے قوانین پر بالادستی قرآن وسنت کی کھلی توہین ہے۔ جس سے وطن قہرالٰہی کی زدمیں ہے۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ سکھ اور چین نام کو نہیں اور ملک چیخ رہا ہے کہ ع

زمیں دشمن زماں دشمن چمن میں باغباں دشمن

غیراسلامی قوانین کے باعث ملک میں حرام خوریاں اور حرامزدگیاں سوفیصد بڑھ رہی ہیں کیونکہ الٰہی قوانین کے ماتحت زید کی زمین عمرو کو مل رہی ہے۔ بکر کی جائز منکوحہ کو کسی بھی خاوند سے نکاح درحقیقت زنا کی اجازت مل رہی ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس کے خلاف آواز اٹھانے والے علماء پر توہین عدالت کے مقدمات چلائے جاتے ہیں مگر وائے حسرت کہ مسلمانوں ہی کے ملک میں توہین شریعت "جس کا ارتکاب ہماری الٰہی برائے نام عدالتوں میں روزمرہ کا معمول ہے" کا مقدمہ ان پر نہیں چلایا جاسکتا ــــ اور یہ کھیل اس وقت ۸۹ء کے وسط تک نئے سیاسی اور جمہوری انقلاب کے باوجود بھی مرکز اور چاروں صوبوں کی وزارتوں میں کھیلا جا رہا ہے۔ ضلع ڈیرہ میں مولانا محمد شفیع صاحب پر اور ضلع سرگودہا میں ساہیوال کے حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب پر اسی قسم کے مقدمے چل رہے ہیں۔

کیا رب قدیر کی عدالت کبھی قائم نہیں ہوگی۔ اور پھر کیا شریعت محمدیہ کے خلاف فیصلہ دینے والے توہین شریعت کی سزا سے بچ سکیں گے اور کیا اس کی ذمہ داری بااقتدار حکمرانوں پر نہیں ہے اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ ہماری "عدالتوں" میں یہی کچھ ہورہا ہے۔

شیخ سے سچی عقیدت اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ شیخ نے اسی غلاظت سے ملک کو پاک کرنے کے لئے نفاذ شریعت کی تحریک چلائی تحریک شریعت کی سرپرستی کی سینٹ میں اس کے لئے بل پیش کرایا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر کسی کو شیخ سے سچی عقیدت ہے تو بلا کسی تاخیر کے اپنی ترجیحات میں عدالتی نظام کو مسلمان بنانے کا بیڑہ اٹھائے۔

متحدہ علماء کونسل میں شیخ کے متوسلین کو خاص مقام حاصل ہے جس طرح عورت کی سربراہی والے منکر کے خلاف آواز اٹھانا ان کے تصریحات میں ہے۔ عدالتی نظام کو شریعت کا پابند بنانا اس سے بھی اہم اور لازم جزو بنوائیں۔ اس سے ایک طرف اپنا فریضہ ادا ہوگا تو دوسری جانب اس وسوسہ کا بھی قلع قمع ہوگا۔ کہ یہ تحریک کسی سیاسی ہدف سے ملوث ہے۔ بہرحال شیخ کے متوسلین کو صاف صاف یہ مطالبہ کرنا چاہئے کہ

الف۔ ملک کی تمام عدالتوں کو فی الفور قرآن وسنت کا پابند بنایا جائے۔ جس کی نظیر وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کا شرعی بنچ کا اپنے دلائل اور اپنے فیصلوں میں قرآن وسنت کا پابند ہونا ہے

ب ۔ فقہی اختلاف کا ہوّا مذہب دشمن لوگوں نے کھڑا کیا ہوا ہے ۔ ورنہ بات صاف ہے ۔ کہ جہاں فریقین مدعی مدعلیہ ایک ہی فقہ شافعی مالکی حنبلی سلفی وغیرہ وغیرہ کے پابند ہوں اسی فقہ سے انہی کے حاکم سے (جو حسب ضرورت صوبہ کمشنری وغیرہ میں مقرر کیا جا سکتا ہے) ان کا فیصلہ کرایا جائے ۔ اور اگر فریقین فقہی لحاظ سے مختلف ہوں تو دنیا بھر کے ضابطہ کے مطابق اکثریت کی فقہ "حنفی فقہ" کے مطابق فیصلہ لازم ہوگا ۔ معلوم نہیں کہ اس میں شرمانے کی کیا بات ہے ۔ زیر لب بات کرنے سے نہ آج تک کچھ بنا نہ آئندہ بننے کا امکان ہے جرأت ایمانی کی ضرورت ہے ۔ کہنے کو تو سب کہتے ہیں کہ ہم بالکل یہی چاہتے ہیں اور اسی کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں ۔ لیکن جب میدان میں اترتے ہیں تو

واذا رأوا تجارةً او لهواً انفضوا اليها وتركوك قائماً کا منظر سامنے ہوتا ہے اسلام ان کا منہ تکتا ہوا گنگناتا ہے کہ ع

بہار میرے لئے اور میں تہی دامن

مارشل لاء ہٹانے کا مطالبہ ہوگا ۔ صوبائی اختیارات پر لڑائی ہوگی ۔ انتخاب انتخاب کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا جائے گا غیر جماعتی انتخاب پر بائیکاٹ ہوگا ۔ سب کچھ صحیح ۔ لیکن کفریہ قوانین کو ختم کرنے اور عدالتوں کو قرآن و سنت اور اجماع امت کا پابند بنانے میں سو سو کیڑے نکالے جائیں گے ۔ روزمرہ نکاح و طلاق تک کے مسائل میں حرام و حلال کے فیصلوں میں مذہب کا منہ چڑایا جا رہا ہے ۔ اسلام کی بالادستی منوا لی گئی ہے کا شور مچایا جائے گا ۔ مگر عدالتوں میں نہ قرآن کی دلیل پیش ہوگی نہ سنت کا حوالہ آئے گا ۔ نہ اجماع کی پابندی ہوگی ۔ ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کی پابندی تو ہر جج کا فرض ہوگا ۔ لیکن خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ائمہ اربعہ رحمہ اللہ علیہم کے فیصلوں کا پابند ہونا عدالتوں کے لئے باعث عار ہے ۔ اور ان کا نام لینے والے بڑے بڑے جغادریوں کے نزدیک پھانسی پر لٹکانے کے قابل ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

سیاسی آداب | سیاست کا غلبہ ہے دیندار حضرات بھی انہیں آداب میں جکڑے ہوئے ہیں ۔ کہتے ہیں نظام بدلے گا تو پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا ۔ نظام کو بدلنا چاہئے ۔ نظام بدلنے کی بات کی جاتی ہے تو ووٹر اور امیدوار کے شرعی شرائط پیش کرنے سے شرماتے ہیں ۔ انتخاب ہو لادینی اور اس کی کوکھ سے اسمبلی نکلے دیندار ۔ معمہ ہے نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا ۔

تعجب ہے پر تعجب ہے کہ سینکڑوں ذیلی مسائل کے لئے تو احتجاج ہوتا ہے جلوس نکلتے ہیں تحریکیں چلتی ہیں مگر غیر اسلامی قوانین کے ذریعہ حرام کو حلال بنانے اور حلال شرعی کو حرام گردانے کا کھیل سب دیکھ رہے ہیں مگر

(باقی صفحہ ۶۰ پر)

مولانا عبدالقیوم حقانی

جہادِ افغانستان کے خلاف ایک اور خطرناک سازش

تنظیم آزادیٔ فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات کا دورۂ پاکستان

گذشتہ ماہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے سربراہ اور جلاوطن فلسطینی حکومت کے صدر جناب ابوعمار یاسر عرفات پاکستان تشریف لائے۔ نئے سیاسی انقلاب کے بعد یہ ان کا دوسرا دورہ تھا۔ اب کے بار پارلیمنٹ سے خطاب بھی کیا۔ یہاں کی سرگرمیوں، ملاقاتوں، پارلیمنٹ سے خطاب کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد ان کے دورے کے درج ذیل اہم مقاصد واضح ہوکر سامنے آئے۔

۱۔ سابق وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو خراج عقیدت پیش کرنا۔

۲۔ موجودہ حکومت کی گرتی ہوئی ساکھ کو سہارا دینا۔

۳۔ افغان مجاہدین کو ان کے مانگے اور مشورہ طلب کئے بغیر نجیب انتظامیہ سے صلح کرلینے کا مفت مشورہ دینا۔

۴۔ اور اپنے آقائے ولی نعمت کی خوشنودی کے لئے ٹیکنو کریٹس پر مشتمل ایک غیر جانب دار حکومت کے قیام سے متعلق افغان قائدین کو راضی کرنا۔

جہاں تک پہلی دو باتوں کا تعلق ہے وہ تو جناب یاسر عرفات اس زمانے سے اس رشتہ وفا میں منسلک اور زلف گرہ گیر کے اسیر ہوچکے ہیں جب معروف دہشت گرد تنظیم "الذوالفقار" کے لئے تربیتی، مالی اور اسلحی ضرورت کی تکمیل کے لئے وہ سبقت میں سب سے بازی لے جانا چاہتے تھے۔

○ باقی رہی تیسری بات، افغان مجاہدین کی حمایت اور آزاد اسلامی افغانستان کے قیام اور استحکام کا مسئلہ۔ ہمیں جناب یاسر عرفات صاحب کی تقریر اور افغان قائدین سے مذاکرات و ملاقات اور تجاویز کے بعد حیرت ہوتی ہے کہ اسرائیل اور اس کے آقائے ولی نعمت امریکہ کے خلاف اپنی آزادی سلب کرنے کا الزام لگانے والے گیارہ برس تک روسی جارحیت کے خلاف ایک لفظ بھی کہہ سکنے کی جرأت نہ کرسکے۔ وہ اب کی بار کیوں مہر بہ لبی توڑنے پر آمادہ ہوگئے۔ اور یکایک مجاہدین کو نجیب انتظامیہ سے صلح کا مشورہ دینے لگ گئے۔

تم تو بے درد ہو بے تابیٔ غم کیا جانو | اہل دل پر جو گذرتے ہیں ستم کیا جانو
چند اشکوں سے ادا حق بیاں کیا ہوگا | کسی قدر طول ہے افسانۂ غم کیا جانو

یاسر عرفات کو اسلامی دنیا میں اس لئے محبت اور عقیدت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے کہ وہ اپنے تئیں خود کو مسلمانوں کے قبلۂ اول کی آزادی کے لئے شروع ہونے والی تحریک کا سربراہ سمجھتے ہیں۔ مگر اب جو انہوں نے افغانستان کی تحریک آزادی کے اسلامی تشخص سے صرف نظر کرتے ہوئے غصب کرنے والوں سے انہیں مصالحت کا مشورہ دیا ہے اس سے جناب یاسر عرفات کے عزائم، ان کی اپنی تحریک آزادی کے اہداف اور ان کا سر رشتہ تعلق مسلمانوں پر اور بھی واضح ہوگیا ہے۔ اور مصلحت کی یہ نئی تجویز فلسطینی رہنماؤں میں فہانت کے فقدان کا بہت ہی خطرناک مظہر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان مسئلے پر ان کا مطالعہ بہت ہی نامکمل اور ناکافی ہے ؂

دشمنوں کی کیا خصوصیت کہ اب
دوست بھی رکھنے لگے کھلا خنجر

جو کچھ انہیں روسی اساتذہ نے رٹوایا انہوں نے لاعلم طوطے کی طرح یہاں آکر وہی دہرا دیا۔ اور اس سے ان کے قومی وقار اور تنظیمی ساکھ کو نقصان پہنچا ہے۔

○ ٹیکنوکریٹس پر مشتمل "غیر جانبدار حکومت" کی تجویز یاسر عرفات نے پیش کی تو افغان قیادت نے بڑی جرأت اور دلیری سے اسے بھی مسترد کر دیا۔ دراصل مغربی ممالک اور ان کے حواریین اور ساری طاغوتی طاقتیں روز اول سے لے کر روسیوں کے انخلاء تک افغان مجاہدین کی تائید کرتے رہے ان کا مقصد بھی صرف اتنا تھا کہ مجاہدین کو کچھ عرصے کے لئے روسیوں کے خلاف ایک مزاحمتی طاقت کے طور پر استعمال کریں اور روس کو گرم پانیوں اور خلیج کے قدرتی وسائل تک پہنچنے سے روکیں۔ یہ تو ان کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ نہتے افغان، جدید ہتھیار سے لیس روسی فوج کو جنگ کے میدان میں، اپنے ایمانی قوت کے بل بوتے پر بری طرح شکست سے دوچار کردیں گے۔ اب جب افغان مجاہدین کامیابی کے آخری اور حساس ترین مراحل میں داخل ہو چکے ہیں تو مغربی ممالک سمیت ساری طاغوتی طاقتیں یہ سمجھ رہی ہیں کہ افغان مجاہدین کی کامیابی، آزاد افغانستان کا قیام اور وہاں اسلامی ریاست کا استحکام طاغوتیت کی موت ہے۔ کیونکہ مجاہدین کے ہاتھوں روس کی یہ ذلیل ترین شکست صرف روسیوں کی شکست ہی نہیں بلکہ تمام سامراجی طاقتوں کو شکست ہے اور مجاہدین کی کامیابی صرف افغان قوم کی کامیابی نہیں بلکہ پوری ملت مسلمہ کی کامیابی ہے اور جہاد افغانستان افغانستان سمیت پوری دنیا میں تحریک انقلاب اسلامی اور نظام اسلام کی ترویج اور اس کے نشاۃ ثانیہ کا نقطہ آغاز ہے۔ اس لئے بڑی طاقتیں اپنے ایجنٹوں اور آلہ کار ٹھوتوں کے ذریعہ اب ہر قیمت پر

افغان جہاد کا راستہ روکنا چاہتی ہیں تاکہ افغانستان اسلام کا مضبوط قلعہ نہ بن سکے اور پاکستان میں تحریک انقلاب اسلامی کامیاب نہ ہو سکے۔ اور عالم اسلام میں اسلام کی نشاط ثانیہ کا انقلاب نہ ابھر سکے لہٰذا امریکہ، روس، بھارت، فرانس، چین سب مل کر برطانیہ کی سرکردگی میں مختلف قسم کے منصوبوں سے افغان جہاد کے خلاف برسرِ پیکار ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ملی یکجہتی اور امن کی پیشکش، یک طرفہ جنگ بندی کا اعلان، وسیع البنیاد حکومت کی تشکیل دینے کی تجویز، وزیر اعظم بے نظیر کے ذریعہ افغانستان کے مہاجرین کے لئے علیحدہ علاقہ مختص کرنے کی تجویز۔ لویہ جرگہ کا منصوبہ، بنائے فساد ظاہر شاہ کو کابل کا فاتح قرار دینے کی سازشیں، اور اب آخر پر یاسر عرفات کے ذریعہ ٹیکنو کریٹ حکومت کی تدبیر اور خطرناک تجویز کے ذریعہ مجاہدین کی بے مثال قربانیوں اور عظیم جہاد پر مرتب ہونے والے ثمرات کو تاراج کرنا چاہتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ افغان قیادت بیدار ہے اور اس نے یاسر عرفات کی اس مبہم غیر واضح اور بے بنیاد حکومت کے قیام کی تجویز بھی مسترد کر دی ہے۔

(۱) گو ٹیکنو کریٹ حکومت کے سلسلہ میں تفصیلات ابھی تک منظر عام پر نہیں آئیں اس لئے اس کے ہمہ پہلو امور کا جائزہ اور تجزیہ تو ناممکن ہے تاہم سردست اس کے واضح مضرات تو شاید کسی بھی عقلمند سے مخفی نہیں ہو سکتے۔

۱۔ ٹیکنو کریٹ حکومت کے ذریعہ روسی لابی دنیا کو یہ تاثر دلانا چاہتی ہے کہ روسیوں کے بے پناہ مظالم وحشت اور درندگی کا خاتمہ مغربی ممالک کی صلح پسندی اور انسان دوستی کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔ جہاد کی ایمانی روح اور تحریک انقلاب اسلامی کی سپرٹ کسی بھی درجہ میں مؤثر نہ ہو سکی۔

۲۔ ٹیکنو کریٹس پر مشتمل حکومت تشکیل دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ

افغان مجاہدین مسلسل گیارہ سالہ جدوجہد اور لاکھوں افراد کی قربانیوں کے باوجود کابل کی کٹھ پتلی حکومت کو میدانِ جنگ میں شکست نہیں دے سکے۔ نجیب نے خود اقتدار چھوڑ کر عوام کے حوالے کر دیا ہے۔ اس طرح یہ لوگ افغان مجاہدین کی گیارہ سالہ کامیابیوں کو مجوزہ حکومت تشکیل دینے والوں کی جھولی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس سے وہ دنیا کے سامنے صلح جو اور امن پسندی کا لبادہ اوڑھ کر آنے میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام و استحکام کے راستے ہمیشہ کے لئے مسدود ہو جائیں مگر ؎

ہم نے ساقی کو بھی دیکھا پیرِ میخانہ کو بھی
کوئی بھی ان میں نہ رازِ آگاہِ میخانہ ملا

۳۔ ٹیکنو کریٹ حکومت میں سامراجیوں اور شرق و غرب کے ان غلاموں کو بھی اکٹھا کر دیا جائے گا جنہوں نے افغانستان کے مسلمانوں اور وہاں کے باشندوں کو اس انجام تک پہنچایا ہے اور اس حکومت میں وہ لوگ بھی آسانی سے شامل ہو جائیں گے جنہوں نے کے جی بی، سی آئی اے اور ایم آئی سکس کے ساتھ ہر لمحہ وفاداری کا عملی ثبوت پیش کیا ہے۔ اور یہ لوگ نجیب سے بھی زیادہ بہتر طریقے سے طاغوتی اور سامراجی قوتوں کی مرضی کے مطابق ان کے مفادات کا بھرپور تحفظ کر سکتے ہیں۔

۴۔ اس منصوبے کا ایک خطرناک پہلو یہ بھی ہے کہ ٹیکنو کریٹ حکومت کے قیام سے افغانستان اور پاکستان کے تعلقات ماضی جیسے کشیدہ ہو جائیں گے اور یہ دو برادر ملک ایک دوسرے کے ساتھ دوستی اور بھائی چارے کی فضا میں رہ کر ایک دوسرے کا تعاون نہیں کر سکیں گے پاکستانی غیور قوم نے جو کچھ بھی مجاہدین کے ساتھ ان کے گیارہ سالہ جہاد کے دوران ان کی بھرپور مدد، تعاون اور عالمی سطح پہ ان کی حمایت حاصل کر کے قومی اور بین الاقوامی سطح پر جو نیک نامی حاصل کی ہے وہ ختم ہو جائے گی اس کے ساتھ ساتھ بھارت کو بھی مجاہدین کے کفر شکن اور انقلابی حملوں سے محفوظ رکھا جا سکے گا۔

۵۔ اس سازش کے ذریعہ وہ نجیب کی غیر قانونی اور غیر اخلاقی حکومت کو قانونی شکل دینا چاہتے ہیں تاکہ آئندہ نجیب ایک پارٹی لیڈر کی شکل میں افغانستان میں رہ سکے اور کمیونسٹوں کے مظالم، سفاکی، بربریت غداری اور وطن دشمنی پر پردہ ڈالا جا سکے۔

۶۔ اس منصوبے کی کامیابی کی شکل میں وہ ممکنہ کنفیڈریشن ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا جو افغانستان پاکستان، ایران، ترکی اور دوسرے اسلامی ملکوں کے درمیان ممکن ہو سکتا ہے

○ ٹیکنو کریٹس پر مشتمل حکومت کی تجویز پیش کرنے والوں جس کی پیش رفت اور تکمیل میں پاکستان کی نئی حکومت نے بھی مؤثر کردار ادا کرنا چاہا) کے خیال میں یہ اگر واقعۃً بھی سودمند اور قوم و ملت کے لئے نافع ہی ہے تو انہوں نے افغان عوام کی منتخب عبوری حکومت (جو ساری جہادی پارٹیوں کی متفقہ اور منتخب حکومت ہے اور جس میں ٹیکنو کریٹ شخصیات بھی موجود ہیں) کیوں قبول نہیں کیا ہے ؟

مگر حیرت ہوتی ہے کل تک جو قوتیں مجاہدین کی حمایت اور جہاد کی بھرپور تائید کر رہی تھیں وہ آج غیروں کی دامن میں جا گری ہیں اور تباہ و برباد افغانستان کے غیور مسلمانوں کی قربانیوں کو یکسر بھول چکے ہیں ؎

سرمہ سمجھ کے غیر کو آنکھوں میں دی جگہ
آنسو سمجھ گئے ہم کو نظر سے گرا دیا

ہمیں حیرت ہے کہ جناب یاسر عرفات کس ترنگ میں آکر ٹیکنو کریٹ حکومت کے راگ الاپنے میں مست ہو گئے ہیں۔ انہوں نے خدا جانے کیا خواب دیکھا اور کس حالت میں اور کس کے لئے یہ تجویز پیش کی ہے۔ روس جو اور ڈھائی لاکھ فوج جو جدید ترین ہتھیاروں سے مسلح تھی کے ذریعہ اپنی مرضی کے مطابق کا حل اور نجیب کی کٹھ پتلی حکومت کو مجاہدین پر مسلط نہ کر سکا جب کہ آج بھی وہ کٹھ پتلی نجیب حکومت کی بھرپور حمایت کر رہا ہے وہ جدید ملک ۲۹ جیسے کیمیاوی ہتھیار، سکڈ میزائل، ہزاروں کی تعداد میں مشیر جو رجانی ملیشیا کے نام پر روسی فوج، بھارتی پائلٹ اور دوسری فوجی امداد کے باوجود افغانستان کے شہروں میں مجاہدین کے سخت محاصرہ میں ہے اور اپنے دفاع تک سے عاجز ہے۔ تو کیا ٹیکنو کریٹس کی بے بنیاد حکومت اپنا دفاع کر سکے گی اور مجاہدین کے حملوں کے سامنے ٹھہر سکے گی۔

دراصل بڑی طاقتیں روسی اور امریکی لابی افغانستان میں اقتدار کی پیاسی ہے تو انہیں بھی مجاہدین کی طرح میدان میں آنا چاہیے تھا۔ واشنگٹن، لندن، فرانس اور اٹلی کے پارکوں، نائٹ کلبوں اور شراب خانوں میں بیٹھ کر اقتدار حاصل کرنا ممکن نہیں ہے یہ محض جنون اور خیال خام ہے ؎

وقت کو تیار کرنا ہی پڑا خونیں کفن
وہ گدا ہم ہیں کہ خلعت لے کے شاہانہ چلے

اس وقت جناب یاسر عرفات اور پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک اور تحریک آزادی کی حامی قوتوں سے ہماری یہی درخواست ہے کہ اگر تم جہاد کے اس نازک، حساس اور تکمیلی مرحلے میں امن اور صلح کے لئے واقعۃً کچھ کرنا چاہتے ہو تو تین باتوں کو ترجیحی اور اصولی بنیاد کے طور پر مدنظر رکھنا ہوگا۔

۱۔ افغان مجاہدین کی نمائندہ عبوری حکومت کو تسلیم کر لیا جائے۔

۲۔ روس کو مجبور کر دیا جائے کہ وہ افغانستان میں نجیب کٹھ پتلی حکومت کو مزید فوجی امداد بند کر دے۔

۳۔ افغان مجاہدین کے مطالبات کی بھرپور حمایت کی جائے اور اگر اس کی جرأت کسی سے نہ ہو سکے تو کم از کم ان کی عملی مخالفت سے اجتناب کیا جائے۔

افغان مسئلہ کا فوری حل "افغان عبوری حکومت" کو تسلیم کرنا ہے ہمیں حیرت ہے کہ پاکستان سمیت دوسرے اسلامی ممالک اور جہاد افغانستان کی حامی قوتیں افغان عبوری حکومت کو تسلیم کرنے سے کیوں گھبراتے ہیں۔ اور یہ بھی کسی نکتہ اور خطرناک سازش سے خالی بات نہیں۔ کہ روس ٹیکنو کریٹ حکومت کو تسلیم کرنے میں لچک رکھتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ روسی امریکی ملی بھگت اور مشترکہ سازش کا نتیجہ ہے جس کے لیے یاسر عرفات کو استعمال کیا جا رہا ہے کہ افغانستان کی ٹیکنو کریٹ حکومت روس اور امریکہ دونوں کی غلامی کا دم بھر سکے گی۔

بہرحال یہ ٹیکنوکریٹ حکومت اگر واقعۃً بھی کوئی معقول اتنی عالی مقام اور موثر ہے اور امن و صلح کو برقرار رکھ سکتی ہے تو مجوزین و حامیین پہلے اسے اپنے ممالک میں تجربہ کرکے دکھائیں۔ تاکہ ان کے اپنے ممالک میں امن قائم ہو جائے۔ اگر واقعۃً یہ حکومت ایک کامیاب اور امن و اصلاح کی ضامن حکومت ہے تو افغان مجاہدین سمیت دنیا کے تمام امن پسند قوتیں تمہارے کہے بغیر بھی اسے اپنا لیں گے۔ اور اگر صرف یہ نیا حربہ افغانستان ہی میں آزمانا ہے تو افغان قیادت کے استقلال اور عزیمت کے پیش نظر یہ کبھی بھی ممکن نہیں ہے یہ فقط خواب ہے خیالِ خام ہے اور اس کی کوئی حقیقت اور بنیاد نہیں ہے۔ خدا کرے کہ یاسر عرفات اور حکومت پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک کی قیادت پر یہ حقیقت واضح ہو سکے کہ افغان جہاد اسلامی اقدار کے فروغ، اسلامی انقلاب کی تحریک اور اسلامی شوکت و عظمت کا ایک نیا اور تاریخی موڑ ہے اس موقعہ پر معمولی سی لغزش بھی پوری ملت کی تباہی اور تاراجی کا ذریعہ بن سکتی ہے ولا فعلہا اللہ مگر کون سمجھائے اور کسے سمجھایا جائے۔ چند ایک مستثنیات کے علاوہ اکثریت نے مارِ آستین کے کردار کو تو جیسی طور پر اپنا لیا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون۔)

کس نے وفا کا ہم کو وفا سے دیا جواب
اس راستے میں لوٹنے والے ہی سب ملے

جناب شمس الحق ندوی

ملّتِ اسلامیہ کے جوانوں سے

اس وقت ملت اسلامیہ جن مسائل و مشکلات میں گھری ہوئی ہے، اس کی جدید نسل کے سروں پر الحاد و دہریت کے جو بادل منڈلا رہے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ مسلم معاشرہ جس تیزی کے ساتھ زوال و پستی کی طرف بھاگ رہا ہے۔ اس کے اندر رسم و رواج، نام و نمود، جاہ طلبی و مادہ پرستی کے جراثیم وبائی امراض کی طرح سے برابر پھیلتے جا رہے ہیں، اخلاقی گراوٹ و انارکی اور علم و ہنر سے دوری و لاپرواہی جس طرح عام ہوتی جا رہی ہے، باہمی لین دین و معاملات میں دینی احکامات و اصولوں کو جس بیباکی سے توڑا جا رہا ہے، ان سب چیزوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے نہ مسلمانوں کے پاس قرآن باقی رہا ہے نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا ذخیرہ اس کے پاس رہ گیا ہے۔

ایسے پُرخطر حالات میں اس جوش و ولولہ اور ہمت و حوصلہ کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے، جس میں دریا کی روانی کا زور اور آبشار کا شور ہو، مگر اس زور و شور کی طاقت اُسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب ملت کے نوجوان میدانِ عمل میں اتریں اور یہ سمجھ کر اُتریں کہ بڑے کام کرنے کے لیے، طوفانوں کا رُخ موڑنے کے لیے محض ہمت و ارادہ اور جوش و جذبہ کافی نہیں بلکہ اس کے لیے تجربہ اور معلومات، دانائی اور تدبیر، احتیاط اور استقلال کا ہونا ضروری ہے اور یہ بات نوجوانوں کو نصیب نہیں، یہ اُس پیرِ دانا کے حصہ میں آتی ہے جس کی رگوں میں خون کی گردش معتدل ہوچکی ہو اور جس کی سیرت میں ذہنی قوتیں امتزاج پاچکی ہوں، وہ تاریخ و حوادث کی سلوٹوں میں جھانک کر بہت کچھ دیکھ چکا ہو، زندگی کے نرم گرم تجربات نے اس کی دانش و بینش کو پختہ بنا دیا ہو۔ بالفاظِ مولانا سید سلیمان ندویؒ "اس دبدبۂ پیری کے سامنے ولولۂ شباب سرنیاز خم کردے"، اور اپنی دیوانی جوانی کی لگام اس کے حوالہ کردے کہ زبانِ نبوت سے نکلے ہوئے یہ الفاظ غلط نہیں ہوسکتے: "الشباب شعبة من الجنون۔ جوانی پاگل پن کی ایک قسم ہے"۔ لہٰذا اس کی لگام ان جہاں بینوں کے ہاتھ میں دے دینے کی ہمت کرنی چاہیئے جن کو عمرِ رواں کے تجربات نے بہت کچھ سکھا دیا ہے۔

ہمارے نوجوان خواہ وہ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں ہوں یا مدرسوں اور دارالعلوموں میں، ان کو یہ ہرگز نہ بھولنا چاہیئے کہ وہ ایک باعزت ملت، ایک صاحب پیغام ملت، ایک خوددار و غیرتمند ملت، انسانیت کی ڈوبتی کشتی کو ساحل سے ہمکنار کرنے والی ملت کے فرد ہیں، لہٰذا اُن کو آج کے بگڑے ہوئے ماحول میں: بگیرو بنوش "جیو اور پیو" کے ماحول میں بگذار و بگذر

(گذارہ کرو اور گذر جاؤ) کے ماحول میں "دو اور دلاؤ" کا حوصلہ پیدا کرنا چاہیے، خود بھوکے رہو اور دوسروں کو کھلاؤ کا جذبہ پیدا کرنا چاہیے، وہ اپنے اندر ایثار و قربانی کا ایسا شوق پیدا کریں کہ خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلانے میں وہ مزہ آئے جو کسی کو اپنا پیٹ بھرنے اور ناؤ و نوش میں آتا ہے۔ ان کو کھونے میں وہ لطف و مزہ آئے جو بعض اوقات کسی کو پانے میں نہیں آتا، یہ اپنی جوانی کی بہترین توانائیاں اور ذہن کی بہترین صلاحیتیں جن سے ان کی جھولی بھر دی گئی ہے، ملت کی سربلندی کیلئے دین اسلام (جو دین برحق ہے) کی سربلندی کے لیے داؤ پر لگا دیں اور ایک مردِ آزاد کی طرح ایک مردِ مومن کی طرح خودکشی پر آمادہ زمانہ کو اپنا پیغام سنانے کے لیے، زندگی کا مزہ سنانے کے لیے ہر طمع و لالچ کو ٹھکرا دیں۔ بزبان شاعر ؎

اپنا پیغام زمانے کو سنانے کے لیے
تاج اور تخت بھی ملتے ہوں تو انکار کریں

ہمارے ان نوجوانوں کو جو ملتِ اسلامیہ کا قیمتی سرمایہ ہیں، جو اس کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ دین اسلام اور اس کی اعلیٰ اقدار سے ایمان و یقین کی شمع فروزاں کر کے زندگی کی تاریک راہوں میں نکلنا چاہیے اور اسلامی تعلیمات، اسلامی اخلاق، کردار، اسلامی پیار و محبت، اسلامی سنجیدگی و متانت، اسلامی عدل و مساوات کا وہ آئینہ حق نما دکھانا چاہیے جو بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لگا دے، بگڑے ہوؤں کو بنا دے، انسانیت کے الجھے ہوئے گیسو کو سلجھا اور سنوار دے۔ مگر اس کے ساتھ ہمارے نوجوانوں کو یہ ہرگز نہ بھولنا چاہیے کہ یہ حسن و عشق کا نازک معاملہ، عبد و معبود کا معاملہ، خدائے غیور اور اس بندۂ مومن کا معاملہ ہے جو ادنیٰ شائبہ کسی غیر کا، کسی غیر اسلامی تہذیب و شعار کا، غیر اسلامی افکار و نظریات کا، غیر اسلامی رسم و رواج کا گوارا نہیں کرتا، غیر کے سائے سے بھی اس عشق و محبت کے شیشے میں بل آتا ہے ؎

نازک بہت عشق و محبت کا آئینہ
سایہ پڑے بھی غیر کا اس پر تو ٹوٹ جائے[1]

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

انا اغنی الشرکاء عن الشرک	میں تمام شرکاء کے شرک سے بے نیاز ہوں جس
من عمل عملاً اشرک فیہ	نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ کسی
معی غیری ترکتہ و شرکہ۔	اور کو شریک کیا تو اس کو اس کے شرک کے حوالہ
(رواہ البخاری)	کر دیتا ہوں۔

غیروں کے شعار و عادات کو رشک و لالچ کی نگاہ سے دیکھنا اور اس کو اسلامی اقدار سے اچھا سمجھنا کمزوریٔ ایمان کی علامت ہے، حالات اور زمانہ کی رو سے متاثر ہو کر ایک مسلمان کے دل میں یہ خیال آسکتا ہے اور دوسروں کی بے جا۔

---

[1] مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

زندگی کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ سکتا ہے —— لہٰذا غیرتِ خداوندی نے اس پر ہوشیار و متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:-

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا	(اے مسلمانو!) ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم
فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ	کو دوزخ کی آگ لگ جاوے اور (اس وقت) خدا
مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ	کے سوا تمہارا کوئی رفاقت کرنے والا نہ ہو پھر حمایت
ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ۝	تو تمہاری ذرا بھی نہ ہو-

بعض وقت بلکہ اکثر اوقات ہمارے یہ نوجوان خارجی اثرات، نئے افکار و نظریات، غیروں کی بود و باش سے متاثر ہو کر اپنی اقدار اور اپنے قومی سرمائے کو کمتر و حقیر سمجھنے لگتے ہیں جو ہمارے ان جواں سال سپاہیوں کی شان کے خلاف ہے جن کے سینوں میں کلمۂ لا الٰہ کا شعلۂ جوالہ بھرا ہوا ہے۔ ایسے لوگ جو غیروں کے خیالات بلکہ یوں کہیئے کہ جدید افکار و نظریات سے متاثر ہو چکے ہیں، ان کے ذہن و دماغ میں غیر اسلامی خیالات و رجحانات کے جراثیم سما چکے ہیں اُن سے ہم کو کسی خیر کی امید نہیں بلکہ وہ قوم و ملت کے لیے باعثِ ننگ و عار بن رہے ہیں، خیر کی امید اور میدانِ عمل میں کودنے کی توقع ہمیں ان نوجوانوں سے ہے جن کو اپنی اسلامی اقدار پر ناز ہے، جن کو عقیدۂ توحید و رسالت پر یقین و اعتماد ہے، جو اپنی جان کی سوغات پیش کر سکتے ہیں مگر دین و عقیدہ کا سودا نہیں کر سکتے، جو مادہ پرستی کے بازار میں ہزار بار ہار سکتے ہیں لیکن اپنی دیانت، امانت، صداقت و عزیمت کا سودا نہیں کر سکتے، جو ڈنکے کی چوٹ پر اذان دے سکتے ہیں، نماز پڑھ سکتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کا وسوسہ تک نہیں آسکتا کہ کچھ روشن خیال لوگ ہمیں قدامت پرست و دقیانوسی کہیں گے۔

ہمارے نوجوانوں کی یہی وہ جماعت ہے جس سے ملتِ اسلامیہ کی بجھی بجھی تمناؤں اور تھکے تھکے ارادوں میں حرارت و گرمی اور قوت و توانائی پیدا ہو سکتی ہے۔

خود ہمارا اسلامی معاشرہ جس زوال و پستی کا شکار ہے اُس کو سنبھالا دینے کے لیے بھی اس نئے خون کی ضرورت ہے، ہدایت و راہنمائی تو جہاں دیدہ و تجربہ کار پیر دانا کی ہو اور عمل و تگ و دو جوانوں کی ہو، جب یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں گی تو ملتِ اسلامیہ نہ صرف یہ کہ زوال و پستی کے غار سے نکل آئے گی بلکہ قیادت و امامت کا اپنا فریضہ ادا کرنے کے لیے پھر سے تازہ دم ہو جائے گی۔

ہمارے وہ نوجوان جو یونیورسٹیوں اور کالجوں میں عصری اور جدید علوم حاصل کر رہے ہیں انہیں یہ قطعاً نہ سوچنا چاہیئے کہ وہ ایسے علوم کو حاصل کرنے میں مشغول ہیں جو آخرت میں کام نہ آئیں گے، بلکہ انسانیت کی خدمت کی نیت و ارادہ سے اسلامی اقدار و شعائر پر کاربند رہتے ہوئے ان علوم کا حاصل کرنا بھی عین عبادت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:-

نیۃ المؤمن افضل من عملہ-	مسلمان کی نیت کا اجر و صلہ اس کے عمل سے بھی بہتر ہے-

اسلامی تعلیمات و اقدار کے ساتھ ساتھ عصری علوم کو حاصل کرنا اور انسانیت کے لیے اس کو مفید بنانا بجائے خود عبادت ہے، خدمتِ خلق اسلامی تعلیمات کا ایک مستقل باب ہے۔ یہ علوم جہاں حصولِ رزق کا ذریعہ ہیں وہاں نیت خدمتِ خلق کی ہو تو عبادت و رضائے خداوندی کا ذریعہ بھی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:۔

مثل الصانع الذی یحتسب	اس صاحبِ فن و کاریگر کی مثال جو اپنے فن و
فی صنعته الخیر	پیشہ میں حصولِ رزق کے ساتھ ثواب و بھلائی کی
کمثل ام موسٰی	نیت رکھتا ہے حضرت موسٰیؑ کی والدہ کی سی ہے
ترضع ولدها وتأخذ	کہ اپنے ہی بیٹے کو دودھ پلا رہی تھیں اور فرعون
اجرها	کے دربار سے وظیفہ بھی پا رہی تھیں۔

لہٰذا ہمارے ان نوجوانوں کو جو جدید علم کے حاصل کرنے میں مصروف ہیں، انہیں ان علوم کو مومنانہ شان کے ساتھ حاصل کرنا چاہیئے اور ان علوم کو خدمتِ انسانیت کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ اس وقت دنیا میں جو ماحول قائم ہوا ہے وہ یہ کہ ہر راستہ سے پیسہ کمایا جائے۔ انسانی ہمدردی اور خدمتِ خلق کا احساس و شعور معدوم ہو چکا ہے، اس کو اگر کوئی زندہ کر سکتا ہے تو ہمارے مسلمان نوجوان! ہمارے ان نوجوانوں کو چاہیئے کہ بڑوں اور بزرگوں کے تجربات سے فائدہ اٹھائیں، اور ان کی راہنمائی میں کام کرنے کی عادت ڈالیں، اس طرح وہ زیادہ اور مفید تر کام کر سکیں گے اور اپنی صلاحیتوں سے قوم و ملت کو بھرپور فائدہ پہنچا سکیں گے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ:۔

"قیامت کے دن جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا تو نوجوانوں کی وہ جماعت جس نے اپنی جوانی کی بہاروں کو خدا کی اطاعت و فرمانبرداری اور دین و ملّت کی بہرہ داری میں لگایا ہے، عرشِ خداوندی کے سائے میں لطف و مزہ کی ضیافتوں سے بہرہ ور ہو رہی ہوگی"

لہٰذا جوانوں کو اپنی جوانی کی قدر پہچاننا چاہیئے، اس کی ناقدری اور اس کو غلط مصرف میں ضائع کرنے سے بچانا چاہیئے، کہ ضائع ہونے کے بعد یہ دولت واپس نہیں مل سکتی ؎

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانو! اٹھتی جوانیاں ہیں

مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب
استاذ حدیث دارالعلوم حقانیہ

دربارِ نبوی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی پہلی حاضری

یہ وہ وقت ہے کہ قریش کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔ اسلام کی تبلیغ کی آواز مکہ مکرمہ کی گلیوں سے نکل کر قبائل تک پہنچی قریش کی ہزار مخالفتوں کے باوجود غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔

دوس کے نامور شاعر اور سردار "طفیل بن عمرو الدوسی" مسلمان ہونے کے بعد ایک نئے جذبہ سے سرشار ہوکر قوم کی طرف واپس ہورہے ہیں، دین ہی کو تمام تعلقات اور روابط کا محور سمجھتے ہیں۔ دین کے نام پر قوم سے جوڑتے ہیں اور توڑتے ہیں۔ دن رات ایک کرکے قوم کی اصلاح کے لیے سوچتے ہیں۔ ایک دفعہ قوم کی اعتقادی، اخلاقی، معاشرتی اور اقتصادی کمزوری کا احساس لے کر دربارِ نبوی میں حاضر ہوئے اور اصلاح کیلئے دعا کی درخواست کی معلوم نہیں کہ محسن کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توجہات دوس پر کیسے پڑیں کہ اچانک زبانِ مبارک سے یہ دعا نکلتی ہے:۔

اللّٰھم اھد دوسًا[1] (ترجمہ) اے اللہ دوس کو ہدایت فرما۔

یہ وہ مبارک الفاظ تھے جن سے دوس کی حالت سدھر گئی، ضلالت ہدایت میں بدل گئی اور ابوہریرہؓ کے لیے دربارِ نبوی میں حاضری کے لیے ابتدائی کڑیاں شروع ہوئیں ـــــ عمرو بن طفیل جب قوم کے پاس آتے ہیں تو دعوت کے کام میں سنتِ نبوی کا لحاظ رکھ کر عشیرۃ الاقربین سے ابتداء کرتے ہیں۔ والد اور بیوی کے مسلمان ہونے کے بعد دعوت کے دائرہ میں وسعت آتی ہے۔ خوش قسمتی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا مصداق سب سے پہلے ابوہریرہؓ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ودعا قومہ فاجابہ ابوھریرۃ وحدہ[2] (ترجمہ) آپ نے قوم کو دعوت دی جس پر صرف ابوہریرہ نے لبیک کہا:۔

---

[1] الاستیعاب علیٰ ہامش الاصابہ جلد ۲ ص۲۳۴ [2] الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۲ ص۲۲۶

ابوہریرہؓ کب مسلمان ہوئے؟ | صحیح روایت کی رُو سے "عمرو بن طفیل" کے اسلام لانے کا واقعہ ہجرت سے قبل کا ہے۔ لہٰذا قرینِ قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کے ابتدائی سالوں میں مسلمان ہوئے اگرچہ ہجرت میں تاخیر ہوئی۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا واقعہ ہجرت سے بعد کا ہے۔

وکان اسلامہ بین الحدیبیۃ وخیبر[1]　　آپ کے اسلام لانے کا واقعہ صلح حدیبیہ اور خیبر کے درمیان کا ہے۔

تاہم یہ یقینی بات ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ غزوۂ خیبر سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ ہجرت کے موقع پر آپ دربارِ نبوتؐ میں جب پہلی حاضری دے رہے ہیں تو اس وقت آپ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی بیعت کر چکے ہیں۔ لہٰذا جب روایات میں یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر مسلمان ہوئے، یہ بظاہر درست نہیں البتہ یہ توجیہہ ممکن ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر آپ نے ہجرت کی۔ شاید ہجرت میں تاخیر کو لوگوں نے اسلام لانے میں مؤخر سمجھا اس لیے اسلام لانے کی نسبت غزوۂ خیبر کی طرف لے گئے۔

ایک دوسرے واقعہ سے بھی یہ نشاندہی ہوتی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے غزوۂ خیبر سے قبل ایمان لایا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے ہجرت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ "سباع بن عرفطہ" نے صبح کی نماز پڑھائی۔

فصلیت الصبح خلف سباع بن عرفطۃ[2]　　پس میں نے صبح کی نماز سباع بن عرفطہ کے پیچھے پڑھی۔

لہٰذا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات سے پہلے سباع بن عرفطہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس سے قبل ایمان لا چکے ہیں بلکہ نماز جیسے فرائض کی تعلیم بھی حاصل کر چکے ہیں۔

سفرِ ہجرت | بہرحال تیس سال کے لگ بھگ کی عمر میں حضرت ابوہریرہؓ دین کے لیے اپنے گھربار، قوم و قبیلہ کو خیرباد کہہ کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے، سفرِ ہجرت میں آپ اکیلے نہیں تھے بلکہ قوم میں مسلمانوں کی جو جماعت تیار ہوئی، تمام اس سفر میں شریک رہے۔ طفیل بن عمرو دوسی اس سفر کے متعلق فرماتے ہیں۔

قدمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمن اسلم من قومی ورسول اللہ بخیبر حتی نزلت المدینۃ سبعین او ثمانین بیتاً من دوس[3]　　میں اپنی قوم سے اسلام لانے والوں کی رفاقت میں تقریباً ستّر یا اسّی خاندانوں کی معیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے۔

---

[1] الاصابہ جلد ۴ ص ۲۰۶　[2] سیر اعلام النبلاء جلد ۲ ص ۵۸۹　[3] طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۳۹ بحوالہ دفاع ص ۲۵

مہاجرین کی یہ جماعت جب مدینہ منورہ پہنچی تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر میں مصروف تھے اور اپنی جگہ سباع بن عرفطہ الغفاری کو خلافت کی ذمہ داری سونپی تھی[1]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں مدینہ منورہ پہنچا تو صبح کی نماز میں نے سباع بن عرفطہ کے پیچھے پڑھی۔ آپ نے پہلی رکعت میں سورۂ مریم اور دوسری میں سورۂ مطففین پڑھی۔ مطففین سننے کے بعد میں نے دل میں کہا کہ دوس کے فلاں شخص کے لیے ہلاکت ہو کیونکہ قبیلہ کا ایسا شخص تھا کہ جس کے دو پیمانے ہوتے تھے ایک پیمانہ سے خریدتا اور دوسرے پیمانہ سے فروخت کرتا[2]

آپ ہجرت کی رات ایمانی کیفیت کی وجہ سے بڑی خوشی محسوس کر رہے تھے، اگرچہ آبائی وطن چھوڑنا کوئی آسان کام نہیں، وطن اور اس کے در و دیوار جس سے انسان کی بچپن کی یادیں وابستہ ہوں، جوانی کی امیدیں وابستہ ہوں، اس کو خیرباد کہنا انسانی طبیعت پر بڑا شاق گذرتا ہے۔ لیکن حلاوتِ ایمانی کے جذبہ کی وجہ سے صحابہ کرامؓ ایسی قربانی میں فخر محسوس کرتے۔ حضرت ابوہریرہؓ اپنے سفرِ ہجرت کی داستان سناتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لما قدمت على النبي صلى الله عليه وسلم قلت في الطريق ــ
جب دربارِ نبوت میں حاضر ہو رہا تھا تو راستہ میں یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

یا لیلة من طولها وعنائها
علی انها من دارة الکفر نجت[3]

(ترجمہ) "اے رات جو لمبی ہونے کی وجہ سے تھکانے والی ہے، شکر کیجئے کہ ظلمتِ کفر سے ہمیں چھٹکارا مل گیا"

ہجرت کے سفر میں آپ کو ایک غلام سے بھی ہاتھ دھونا پڑے، راستہ میں کہیں نہ ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے وقت یہ غلام پہنچ گیا۔ رسول اللہ علیہ وسلم کی نظرِ شفقت جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے غلام پر پڑی تو فرمایا۔

هذا غلامك يا اباهريرة فقلت هو حر لوجه الله فاعتقته[4]
اے ابوہریرہ یہ تیرا غلام ہے۔ پس میں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آزاد ہے، چنانچہ میں نے اس کو آزاد کیا۔

روایات سے یہ ظاہر نہیں کہ آیا آپ نے جنگ خیبر میں شرکت کی ہے یا نہیں؟ بلکہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ دربارِ نبوی میں غزوۂ خیبر کے بعد حاضر ہوئے تو شرکت ممکن نہیں لیکن بخاری کی ایک روایت ہے کہ:-

---

[1] فتح الباری جلد ص ۳۷۳ [2] البدایة والنہایة جلد ۹ ص ۱۰۴ [3] سیر اعلام النبلاء جلد ۲ ص ۶۲۲
[4] تذکرة الحفاظ جلد ۱ ص ۳۴

عن الزھری قال اخبرنی سعید بن المسیب ان ابا ھریرۃ قال شھدنا خیبر[1]

"شھدنا خیبر" کے جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ خیبر میں شرکت کی سعادت سے ابوہریرہؓ مشرف ہوئے۔ اور یہ رائے امام واقدیؒ کی ہے۔ بناء بریں صورت غزوہ کے ابتدائی مراحل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حاضر نہیں تھے لیکن آخر میں شریک ہوئے ۔ "آپ فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو ہمیں بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے معرکہ میں مصروف ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ جلد تشریف لے آئیں " ہم نے سوچا کہ انتظار کی بجائے وہاں خدمت میں حاضری کیوں نہ دیں! چنانچہ فتح خیبر سے ایک یا دو دن قبل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، یہ وہ وقت تھا کہ خیبر میں "نطاۃ" کا قلعہ فتح ہوا تھا اور "الکتیبہ" نامی قلعہ کا محاصرہ جاری تھا یوں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں خیبر فتح ہوا[2]

اگرچہ یہ پہلی حاضری تھی، لیکن باقاعدگی سے حاضری رہی۔ کیا عجیب حاضری تھی! کہ ایک دفعہ ملاقات کے بعد آخری دم تک ساتھ رہے، سفر و حضر، خلوت و جلوت میں پوری رازداری سے شریک ہوتے اور پوری امت کو "نبویؐ زندگی" سے باخبر رکھا۔

آج کتب حدیث کا شاید ہی کوئی صفحہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام سے خالی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی میں پوری امت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی راہنمائی کی محتاج ہے۔

آپ کو دربارِ نبویؐ میں چار سال رہنے کا موقعہ ملا لیکن چار سالہ زندگی میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی پر نظر رکھی، یہاں تک کہ کوئی واقعہ بھی آپ سے مخفی نہ رہا۔

بقیہ ص ۶۲

اردو زبان میں مہارت بھی کہ ہے اس لئے تحریر میں بعض جگہ پشتو لہجہ کی آمیزش کے باوجود مسائل کی توضیح تحریر کی سلاست اور تسلسل سے یہ خامی بھی مغلوب ہوگئی ہے۔ کتاب کی اصل روح لکھے پڑھے دینی و تبلیغی اور اصلاحی حلقوں میں عمل کی انگیخت ہے اور یہی بندہ مومن سے مطلوب ہے

دعا ہے کہ باری تعالیٰ موصوف کی اس علمی اور تحقیقی کاوش کو قبول فرمائے۔ توقع ہے کہ مؤلف آئندہ کسی اہم علمی اور تحقیقی موضوع پر کام کرکے اس سلسلہ تصنیف و تالیف کو آگے بڑھائیں گے۔ (سمیع الحق)

---

[1] بخاری جلد ۲ ص ۶۰۴ [2] دفاع عن ابی ہریرہ ص ۲۵

فتنۂ قادیانیت

اور

مولانا عبد الماجد دریابادیؒ

مؤقر ماہنامہ "الحق" بابت ماہ جون ۱۹۸۹ء میں جناب غالب ہاشمی صاحب کا مضمون زیر عنوان "میری علمی اور مطالعاتی زندگی" نظر سے گذرا جس سے بہت محظوظ ہوا۔ جناب ہاشمی صاحب نے دیگر مشاہیر و اکابر کے علاوہ مشہور مفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریابادی مرحوم کا ذکر خیر بھی کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :۔

"مولانا عبد الماجد دریابادی مرحوم کا قلم اباحیت، تجدد، مغربیت، ماڈرنزم وغیرہ کے بارے میں شمشیر قاطع کی حیثیت رکھتا ہے لیکن افسوس کہ مولانا تھانویؒ کے مرید ہونے کے باوجود قادیانیت کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے"

ہاشمی صاحب کا یہ کہنا تو بالکل بجا ہے کہ مولانا مرحوم اباحیین اور متجددین کے بارے میں شمشیر قاطع کی حیثیت رکھتے تھے لیکن اس کے بعد انہوں نے مولانا مرحوم کے متعلق یہ تلخ نوائی بھی کی ہے کہ :۔

"لیکن افسوس کہ مولانا تھانویؒ کے مرید ہونے کے باوجود قادیانیت کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے"

جب کہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ مولانا مرحوم قادیانیت کے مخالف تھے اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو مرتد اور واجب القتل سمجھتے تھے۔ مرحوم اردو کے اعلیٰ درجے کے ادیب، اگریجویٹ اور کئی معیاری کتابوں کے مصنف تھے۔ انہوں نے لکھنؤ سے ایک علمی اور ادبی ہفت روزہ بھی جاری کیا تھا جو علمی اور ادبی حلقوں میں بے حد مقبول تھا۔ انہوں نے دینی علوم میں بڑی دستگاہ حاصل کی تھی اور جب انہوں نے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت کی، اور ان کا دامن تھام لیا۔ تو ان کی دنیا ہی بدل گئی۔ انہوں نے "تفسیر ماجدی" کے نام سے اردو میں ایک نہایت وقیع تفسیر لکھی ہے۔ جس میں انہوں نے جا بجا متداول تفاسیر کے حوالے دیئے ہیں۔ اور عبارتیں بھی نقل کی ہیں۔ یہ تفسیر تعلیم یافتہ اور جدید ذہن رکھنے والے حضرات کے لئے نہایت مفید ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کی اساس دو باتوں پر قائم ہے۔ ایک اجرائے ختم نبوت اور دوسری وفات مسیح علیہ السلام۔ اجرائے نبوت سے وہ اپنی جھوٹی نبوت کے لئے گنجائش نکالتا ہے۔ اور مسیح علیہ السلام کی وفات سے وہ اپنے لئے مسیح موعود ہونے کا راستہ ہموار کرتا ہے تو آئیے یہ دیکھیں کہ مولانا دریا آبادی ان دونوں باتوں کے بارے میں امت کی کیا راہ نمائی کرتے ہیں۔

میں یہاں تفسیر ماجدی سے تین حوالے پیش کرتا ہوں۔ ایک ختم نبوت کے بارے میں اور دو حوالے حیات مسیح علیہ السلام کے بارے میں۔ ان حوالوں میں مولانا مرحوم نے مرزا قادیانی پر جس وقیع اور سنجیدہ انداز میں تنقید کی ہے وہ اہل نظر اور اہل ذوق کے لئے خاصے کی چیز ہے۔

ختم نبوت پر مولانا کے دلائل | سورہ احزاب کی آیت نمبر ۴۰ ختم نبوت کے بارے میں ہے جو درج ذیل ہے

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیئ علیما ۰

ترجمہ ماجدی :- محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ البتہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔

اس آیت پر مولانا مرحوم نے درج ذیل حاشیہ لکھا ہے۔

"آپؐ کی تربیت روحانی غیر موقوف اور غیر منقطع ہے۔ ختم نبوت کی یہ تصریح نہ ہوتی جب بھی دوسری آیات مثلاً "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی" وغیرہ اس عقیدہ کی بنیاد بننے کے لئے کافی تھیں جب کوئی درجہ مزید تکمیل و اصلاح کا باقی ہی نہیں رہا۔ تو اب کسی نئے نبی کی ضرورت ہی کیا رہی ؟ لیکن اس غرض سے کہ آئندہ کسی جھوٹے مدعی نبوت کے لئے اتنی گنجائش بھی باقی نہ رہے۔ یہاں تصریح یہ وارد کر دی گئی۔ خاتَم اور خاتِم دونوں کے معنی لغت میں آخر کے ہیں۔ خاتِمھم و خاتَمھم ای آخرھم (لسان) خاتم النبیین ای آخرھم (تاج) اور آپ کا لقب خاتم النبیین ہے ہی۔ اسی لئے کہ نبوت آپ پر ختم ہو گئی۔ اور نبوت کی تکمیل آپ کی آمد سے ہو گئی۔ وخاتم النبیین لانہ ختم النبوۃ ای تممھا بمجیئہ (راغب) ھو الذی ختم النبوۃ بمجیئہ (تاج) خاتم النبیین ای آخر الانبیاء (کشاف) والمعنی انہ لا نبی احد بعدہ (بحر) خاتم بفتح التاء ای آخرھم (معالم) ختم اللہ بہ النبوۃ (معالم) ھذہ الآیۃ نص فی انہ لا نبی بعدہ و بذالک وردت الاحادیث المتواترہ عن رسول اللہ عن جماعۃ من الصحابۃ (ابن کثیر) خود قرآن مجید ہی میں دوسری قرأت خاتم النبیین کی بھی ہے۔ وقرء الآخرون بکسر التاء علی الفاعل لانہ ختم بہ النبیین فھو خاتمھم (معالم)

ختم نبوت یعنی ذات محمدی پر ہر قسم کی نبوت کا ختم ہو جانا امت کا اجماعی عقیدہ ہے اور جو اجرائے

نبوت کا اب بھی قائل ہے۔ اہل تحقیق نے تصریح کردی ہے کہ وہ اجماع امت سے زندیق بلکہ حکومت اسلامی میں واجب القتل ہے۔ ومن ذهب الى ان النبوة مكتسبة لا تنقطع فهو زنديق يجب قتله (بحر) واجمعت عليه الامة فيكفر مدعي خلافه ويقتل ان اصر (روح)

ختم نبوت کا دعویٰ بھی اسلام کے امتیازی خصوصیات میں سے ہے۔ پیغمبر اور ادیان مذہب قرآن سے قبل بے شمار آچکے تھے۔ کتابیں بھی نازل ہوچکی تھیں۔ مگر یہ دعویٰ کسی نے بھی نہیں کیا۔ کہ میں آخری پیغمبر ہوں۔ اور میرے بعد اب کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ اور اس دعوے کی بولتی ہوئی سچائی دیکھئے کہ اس تیرہ چودہ سو برس کی مدت میں کوئی سنجیدگی کے ساتھ دعوے دار نبوت ہوا ہی نہیں۔ مسیلمہ متنبی وغیرہ کا جو حشر ہوا وہ ظاہر ہی ہے۔ لے دے کے نام ساری تاریخ میں دو شخصوں کے اس سلسلہ میں لئے جا سکتے ہیں۔ ایک بہاء اللہ بانی مذہب بہائی۔ دوسرے مرزا غلام احمد قادیانی۔ تو ان میں مرزا تو اپنے کو کھلم کھلا محمدی اور تبع کامل دین احمدی کہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی نبوت تو ان کے زعم واصطلاح میں تمامتر اتباع رسول ہی ہیں۔ رہا مذہب بہائی تو وہ بھی بڑی حد تک دین محمدی کی تحریف شدہ شکل کا نام ہے (تفسیر ماجدی پ ۲۲- احزاب آیت ۴۰ ص ۸۵۰)

مذکورہ عبارت میں مولانا دریا آبادی نے ختم نبوت کو شدومد کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ اور صاف کہا ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا ختم ہوجانا امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ ہر قسم کی نبوت میں مرزا قادیانی کی جزوی، ظلی، بروزی مجازی نبوتیں آگئیں۔ پھر مولانا مرحوم نے بالکل واضح انداز میں کہا ہے۔

"جو اجرائے نبوت کا اب بھی قائل ہے اہل تحقیق نے تصریح کردی ہے کہ وہ اجماع امت سے زندیق بلکہ حکومت اسلامی میں واجب القتل ہے"

اس کے علاوہ مولانا فرماتے ہیں۔ کہ گذشتہ چودہ سو برس کی مدت میں کوئی سنجیدگی کے ساتھ دعوے دار نبوت ہوا ہی نہیں۔ مطلب یہ کہ جو دعوے دار نبوت بنے تھے وہ مسخرے ہی تھے۔ اور مرزا قادیانی کے بارے میں فرمایا۔ کہ اس کے دعویٰ نبوت میں نہ سنجیدگی تھی اور نہ اس میں کوئی نیا پیغام اور نئی دعوت تھی۔ بلکہ اس نے اپنے زعم واصطلاح میں اتباع رسول ہی کا سہارا لیا۔ گویا اس نے اپنے زعم و گمان میں اتباع رسول کے نام سے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی ناپاک کوشش کی۔ بہر حال مرزا قادیانی اجرائے نبوت کا قائل ہے اور مولانا دریا آبادی نے صاف اور واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ:۔

"جو اجرائے نبوت کا اب بھی قائل ہے وہ اجماع امت سے زندیق بلکہ حکومت اسلامی میں واجب القتل ہے"

مولانا دریا آبادی اور حیات مسیح علیہ السلام | مولانا دریا آبادی حیات مسیح علیہ السلام اور ان کے رفع

جسمانی کے شدومد کے ساتھ قائل ہیں۔ اور قادیانیوں کے عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام پر سخت تنقید کی ہے چنانچہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ کے ضمن میں " انی متوفیك و رافعك " پر درج ذیل حاشیہ لکھا ہے۔

" توفی کے معنی ہیں پورا پورا دینے کا مفہوم شامل ہے۔ اس لئے ارشاد گویا یہ بھی ارشاد ہو گیا کہ تمہیں طول حیات پورا پورا ملے گا۔ اس درمیان میں یعنی تمہاری وفات تو اپنے وقت مقررہ پر جب ہو گی ہو گی۔ تمہارے دشمن ہلاکت کے منصوبے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ سردست اس کا انتظام یوں کیا جا رہا ہے۔ کہ تمہیں ان کے درمیان سے اٹھا لیا جائے گا۔ الیّ یعنی آسمان کی طرف، ملاء اعلیٰ کی جانب .....

الی سمائی و مقر ملائکتی (مدارک) " رافعك " حضرت مسیح کے رفع جسمانی کی صراحت تو قرآن مجید میں موجود تھی۔ لیکن قریب بہ صراحت ہونے کے تو یہ عقیدہ قرآن مجید کی اسی آیت میں موجود ہے اور احادیث نے تو اسے اور صاف اور مؤکد کر دیا ہے۔

و اولیٰ هذه الاقوال بالصحة عندنا قول من قال معنیٰ ذالك انی قابضك من الارض و رافعك الیّ لتواتر الاخبار عن رسول الله صلی الله علیه وسلم (ابن جریر) یمیتك فی وقتك بعد النزول من السماء و رافعك الآن (مدارک)

ابن جریر کی عبارت میں " لتواتر الاخبار عن رسول الله " کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔ اور اسی عقیدہ پر محققین امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ حضرت مسیح کی جب پیدائش عام انسانی قاعدہ توالد و تناسل سے الگ یعنی بغیر باپ کے توسط کے محض نفخہ جبریل سے ہو گئی۔ تو اس میں استبعاد کیا ہے بلکہ یہ تو اور قرین قیاس ہے کہ آپ کا انجام بھی معمول عام سے ہٹ کر ہوا۔ اور عجب کیا جو مس ملکی نے آپ کے جسم میں لطافت بھی شروع سے ایسے رکھ دی ہو۔ کہ آپ کے صعود آسمانی میں معین ہو سکے۔ اور یہ دلیل تو بالکل بودی ہے کہ آپ کے رفع جسمانی سے آپ کی فضیلت دوسرے انبیاء خصوصاً سید الانام پر لازم آ جاتی ہے۔ آخر خدا معلوم کتنے فرشتے دن رات زمین سے آسمان پر جاتے رہتے ہیں تو کیا اس بنا پر وہ سب سید الانبیاء سے افضل ہو گئے۔

یک یورپین فاضل ڈی بنسن نے پچھلی صدی عیسوی میں ایک مختصر لیکن فاضلانہ کتاب " اسلام یا حقیقی مسیحیت " کے نام سے لکھی تھی اس کے صہ ۴ ۳۱ کے حاشیہ میں اس نے قدیم مسیحی فرقوں میں سے متعدد کے نام لے کر لکھا ہے کہ فلاں فلاں فرقہ کا عقیدہ مسیحؑ کے رفع جسمانی کا تھا۔ نہ کہ وفات مسیح کا۔ جس پر اب عیسائی صدیوں سے جمے چلے آتے ہیں۔ اسی طرح " سیل " نے بھی اپنے انگریزی ترجمہ کے حاشیہ میں بھی اس عقیدہ کے مسیحی فرقوں کے نام گنائے ہیں۔ حیرت ہے کہ اپنے کو مسلمان کہلانے والے ہی ایک جدید فرقہ نے وفات

مسیح کا عقیدہ مسیحیوں سے لیا ہے اور اسے اپنی خوش فہمی سے کمال روشن خیالی سمجھ رکھا ہے (تفسیر ماجدی، آل عمران آیت نمبر ۵۵ ص ۱۳۷)

مولانا مرحوم نے اپنی مذکورہ عبارت میں جہاں حیاتِ مسیح علیہ السلام اور ان کے رفع آسمانی کو قرآن و حدیث اور قابل اعتماد مفسرین کے اقوال سے خوب ثابت کیا ہے۔ وہاں انہوں نے واضح طور پر کہا ہے قادیانیت ایک جدید فرقہ ہے اور وفاتِ مسیح کا عقیدہ انہوں نے مسیحیوں سے لیا ہے۔ اور ان کی خوش فہمی اور روشن خیالی پر خوب طنز کیا ہے۔

مولانا مرحوم نے پ ۲۵ سورہ زخرف کی ۶۱ ویں آیت پر درج ذیل حاشیہ لکھا ہے۔ لیکن اس سے پہلے آیت طیبہ اور اس کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو۔

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

ترجمہ۔ اور وہ تو ایک ذریعہ ہیں قیامت کے یقین کا تو تم لوگ اس میں شک مت کرو اور تم لوگ میری پیروی کرو یہی سیدھی راہ ہے۔

حاشیہ۔ یہ اشارہ ہے مسیح ؑ کی آمد ثانی کی طرف۔ یعنی آپ کا دوبارہ ظہور قرب قیامت کی ایک یقینی علامت ہے۔ حضرت عیسیٰ ؑ کے ظہور ثانی کی پوری تفصیلات کتب حدیث میں ملیں گی۔ ابواب الفتن۔ اشراط الساعۃ وغیرہا میں۔ علم یہاں شرط کے معنی میں ہے۔

شرط من اشراطها علم به فسمی الشرط علما لحصول العلم (کشاف) لان حدوثه او نزوله من اشراط الساعة یعلم به دنوها (بیضاوی) صحابہ و تابعین سب سے یہی معنی منقول ہیں۔ یدل علی قرب قیامها او خروجه شرط من اشراطها وهو نزوله من السماء فی آخر الزمان (بحر) وعن ابن عباس ؓ ومجاهد وقتادة والحسن والسدی والضحاک وابن زید آیة الساعة خروج عیسیٰ ابن مریم علیه السلام قبل یوم القیامة وهٰکذا مروی عن ابی هریرة وابن عباس وابی العالیه وابی مالک وعکرمه والحسن وقتادة والضحاک وغیرهم (ابن کثیر) علم کی قراۃ بھی یہاں بعض صحابیوں اور تابعین کی روایت سے علَم بالفتح ہے جو خود علامت کے معنی میں ہے وقرا ابن عباس العلم وهو العلامة (کشاف) وقرا ابن عباس وابو هریرة وقتادة بفتح اللام والعین ای امارة وعلامة (معالم) (تفسیر ماجدی ص ۹۸۶) تفسیر ماجدی کی مذکورہ عبارتوں میں مولانا عبدالماجد دریاآبادی نے امت کے اجماعی عقائد یعنی ختم نبوت اور حیات مسیح علیہ السلام کے اثبات و تائید میں جو پرزور دلائل پیش کئے ہیں۔ نیز فرقہ جدیدہ قادیانیت پر جو سنجیدہ تنقید اور طنز کیا ہے اور اجرائے نبوت کے قائلین کو اجماع امت سے زندیق بلکہ حکومت اسلامی میں واجب القتل قرار دیا ہے اس کے پیش نظر یہ کہنا قطعاً صحیح نہیں ہے کہ مولانا مرحوم قادیانیت کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے

Stockist:

Yusaf Sons

Babu Bazar, Rawalpindi Saddar Phone 66754-66933-66833

UNITED FOAM INDUSTRIES LTD

LAHORE—PAKISTAN

Tel: 431341, 431551

قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

روس سے زہریلے ملک پاؤڈر کی درآمد

قومی رہنما، لیڈر، علماء اور ملکی سیاسی قیادت حکمران طبقہ اور ارباب اختیار کیا ہماری اس گذارش پر غور کرنے اور قومی وملی فلاح کے لئے کوئی اقدام کرنے کی جرات کریں گے۔ آپ خود اس میدان میں ہیں اصحاب عزیمت سے ہیں۔ قوم کی نظریں آپ پر ہیں۔ لہذا آپ ہی کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہماری یہ آوازہ صدا بصحرا ثابت نہ ہو۔

گذشتہ دنوں اخبارات میں یہ خبر لگی روزنامہ جنگ ۱۰ جولائی میں شائع ہوئی کہ بارہ سو بوری ملک پاؤڈر (خشک دودھ کا سفوف) روس سے ہمارے ہاں پاکستان پہنچا۔ پاکستان اٹامک انرجی کونسل نے تحقیق کے بعد اسے زہریلا قرار دیا اور اپنی رپورٹ میں کہا کہ اس میں روسی چرنوبل پلانٹ کے دھماکے سے پھیلنے والے ایٹمی تابکاری کے اثرات شامل ہیں۔ اور یہ عورتوں اور بچوں کے لئے خصوصیت سے سرطان پیدا کرنے کا باعث ہو رہے ہے — مگر بد قسمتی سے جب سے نیا نظام اور نیا سیاسی انقلاب آیا ہے۔ قانون، قومی مصلحت اور دینی تقاضے اور انسانی شرافت اور حیا سر پیٹ کے رہ گئے ہیں۔ چنانچہ اخباری رپورٹ کے مطابق حاکمانہ صف کی ایک بڑی شخصیت نے کونسل کی طبی رپورٹ کی ممانعت کو توڑ کر کسٹم والوں کو یہ زہریلا پاؤڈر واگزار کرنے پر مجبور کیا اور ایک شخص نے اسے حاصل کر لیا۔ اب یہ پاؤڈر دودھ، آئس کریم، ٹافیوں مختلف مٹھائیوں اور کیکوں کی شکل میں چرنوبل پلانٹ کی روسی زہر کو لے کر پاکستانی ماؤں اور ان کے بے گناہ معصوم بچوں کے قتل اور ہلاکت کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

میں تو اس خبر کو پڑھ پڑھ کر حیران ہوتا ہوں اور میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ سات آٹھ سال کی جمہوریت کی بحالی کی جدوجہد اور قربانیوں کا یہی ثمرہ ہے اور کیا یہ سب کچھ اس روز بد کے لئے کیا جا رہا تھا۔ کیا یہی وہ جمہوری انقلاب ہے جو مارشل لاء سے بہتر ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کتنے ظالم ہیں وہ لوگ جو چند کوڑیوں، ذاتی مفادات اور چند ٹکوں کے عوض قوم کے لاکھوں بے گناہ جانوں

کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔

یکم جولائی کی یہ خبر تو اس سے بھی اندوہناک ہے کہ ایسے دو ہزار ٹن زہریلا دودھ کی مقدار اور بھی نامعلوم پڑی ہے جسے تاجر جا کمارہ صف کی شخصیتوں کی سفارشوں اور ذاتی دلچسپیوں سے کلیر کرانا چاہتے ہیں ۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ایسے لوگ جو قومی غدار، قومی مجرم اور قاتل ہیں انہیں قرار واقعی سزا دی جاتی ہائیکورٹ کے کسی جج کی سربراہی میں کوئی تحقیقاتی کمیشن بٹھا دیا جاتا جو اس پورے واقعات کی تحقیق کر کے مجرموں کو سزا دیتا۔ مگر اب کس کے سامنے رویا جائے کون ہے جسے قومی درد ہو جو قوم کے بے گناہ افراد کے درد و فغاں پر آواز دھرے گا ۔

ہم اپنا رونا روئیں جا کر سامنے کس کے
رہا کون اپنے آنسو پونچھنے والا ہے رونے میں

خدا کرے کہ قومی رہنما حکومت پر زور دیں اور یہ بات منوائیں یا کم سے کم وہ لوگ جو موجودہ حکمرانوں کے قریبی احباب اور کل اس کے معاون و ناصر تھے وہ حکومت کو اس بات پر مجبور کریں کہ جہاں جہاں تک زہریلے دودھ کی یہ بوریاں پھیلی ہیں ان کے ستاک جمع کرے اور جہاں سے آئے ہیں واپس کردے یا آگ لگا کر تلف کردے۔ مگر ماہرین کا خیال ہے کہ آگ لگانے کے بعد بھی ایٹمی تابکاری کے اثرات موجود رہیں گے بہرحال میڈیکل ایسوسی ایشن بھی اس معاملے میں توجہ دے تو اچھا کردار ادا کر سکتی ہے۔

دوسری قابل توجہ اور معاملہ قابل غور یہ ہے کہ ٹیلی ویژن پر ایک مخصوص طبقہ کا قبضہ اور تسلط ہے قومی پالیسی یا قومی وحدت کے بجائے اسے تبلیغ الحاد و لادینیت اور عریانی و فحاشی کے فروغ کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ قوم کی اکثریت اور جمہور مسلمانوں جو اسلام کے فدائی اور شیدائی ہیں کے خلاف کھلا اعلان جنگ ہے۔ مگر یاد رہے کہ قوم کے افراد گناہ گار اور بے عمل ہونے کے باوجود ارتداد اور ترک اسلام کا ارتکاب نہیں کریں گے۔ کیونکہ کمیونزم اور اس کی یلغار و الحاد کو اب خود روس میں ٹھکرایا جا چکا ہے تاہم خطرہ ضرور ہے کہ پاکستانی ملحدین قوم کو کسی غلط راستہ پر نہ ڈال دیں۔ (حافظ حبیب الرحمٰن کلاچوی)

سکردو میں ایران کو کلچرل سنٹر کھولنے کی اجازت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ مملکت خداداد پاکستان کی بقا اور سلامتی کے لئے جو خدمات تحریریہ تقریریہ کے ذریعے انجام دے رہے ہیں وہ قابل ستائش ہیں۔ اور ملت اسلامیہ بالخصوص اہلسنت والجماعت آپ کی مدد اور تعاون کے اس وقت زیادہ خواستگار رہتے ہیں جب کوئی فتنہ اور سازش اہلسنت والجماعت

کے خلاف اٹھتا ہے کیونکہ انہیں آپ کے وجود مسعود سے بڑی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔

جیساکہ آپ جانتے ہیں کہ موجودہ حکومت نے شیعہ نوازی کی حد کر دی ہے اور وہ روزگار، ملازمت تعلیم اور دوسرے تمام معاملات میں شیعہ کے ساتھ ضرورت سے زیادہ مہربانیاں اور نوازشیں کر رہی ہے اور اہلسنت کو مختلف خفیہ ذرائع سے دبانے کے لئے طرح طرح کی سازشیں کر رہی ہے۔ اسی سلسلے کی ایک اور کڑی یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے حکومت ایران کو سکردو میں کلچرل سنٹر کھولنے کی اجازت دے دی ہے یہ امر اس علاقے میں رہنے والے اہلسنت کے لئے تشویش اور پریشانی کا موجب ہے کیونکہ پہلے ہی اس حساس علاقے میں سنی شیعہ فسادات ہو چکے ہیں جن میں غیر ملکی ہاتھ بھی ملوث ہیں۔ اب اگر ایک غیر ملک کو کلچر کے نام پہ اس علاقے میں اپنا اڈہ قائم کرنے کی اجازت دے دی گئی تو پھر یقین کریں کہ یہاں کے سنّی لوگ جو پہلے ہی بے بس ہیں، مارے جائیں گے اور اس کے بعد اگر پاکستان کے سنّی علماء، ادیب، دانشور اور عوام ان کی مدد کے لئے اٹھے بھی تو کیا فائدہ۔

ازراہ نوازش آپ اس ضمن میں راست اقدام اٹھائیں اور حکومت وقت کو متنبہ کریں کہ وہ ایسے حساس علاقے میں اس طرح نہ کرے ورنہ یہاں امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا۔ یہ آواز اسمبلی، سینیٹ، رسالوں، تحریروں اور تقریروں کے ذریعے منظم اور بہتر طریقے سے بلند کی جائے۔ ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔ کریم داد خان سکردو

بقیہ از صفحہ ۳۳

اس کے لئے تحریک کا نام لینے پر ملائیت اور دقیانوسیت اور سیاسی ناواقفیت کا طعنہ دیا جاتا ہے اور سیاسی ملا اس میں پیش پیش رہتے ہیں۔ نصف صدی گذرنے کو ہے مگر پاکستان میں مذہب سیاسی آداب کے ہاتھوں مجبور ہے۔

ایک سبق آموز لطیفہ کہتے ہیں ایک استاد جی نے بچوں کو درخواست پیش کرنے کے آداب سکھائے کہ اگر کچھ کہنا ہو تو پہلے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھنا چاہئے پھر بصد عجز و انکساری استاد محترم کے تین سطری القاب استعمال کرکے اجازت لینی چاہئے کہ اگر ناراضگی معاف ہو تو ایک درخواست پیش کروں۔ اجازت ملنے پر عرض مدعا کرنا چاہئے

اتفاق سے ایک دن استاد جی دوران درس سر جھکائے ہوئے چراغ پہ مطالعہ کر رہے تھے کہ ان کی پگڑی کے اوپر کے شملہ کو آگ لگ گئی۔ طالب علم حسب عادت کھڑا ہوا ہاتھ باندھ لئے۔ اور پھر القاب کا ایک طومار باندھا۔ درخواست کی اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر عرض کیا۔ جناب والا کی پگڑی شریف کو آگ لگ گئی ہے۔ اس نے جلدی سے پگڑی کو پھینکا۔ دیکھا تو پگڑی کے اوپر کا اچھا خاصا حصہ جل چکا ہے

بقیہ صفحہ ۶۰ پر

مطبوعات مؤتمر المصنفین

کاروانِ آخرت | یہ کتاب مولانا سمیع الحق ایڈیٹر ماہنامہ الحق و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ان تاثراتی مقالات اور مضامین کا مجموعہ ہے جس میں موصوف نے کسی اہم علمی دینی یا سیاسی شخصیت کے وفات کے موقع پر سپرد قلم فرمایا تھا اور ان ہی متفرق اور بیسیوں سال کے منتشر فائلوں میں بکھرے ہوئے پھولوں کو مولانا محمد ابراہیم صاحب فانی نے کتابی گلدستہ میں جمع کرکے اہل علم کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ مولانا سمیع الحق صاحب جو کچھ لکھتے ہیں بہت خوب لکھتے ہیں ان کی تحریروں میں تحقیق کا وقار، ادب کی چاشنی اور جذبِ دل کی کشش پورے طور پر محسوس ہوتی ہے اس لئے قوی امید ہے کہ ان مقالات کا یہ مجموعہ علمی حلقوں میں پسند کیا جائے گا۔ اور اسماء الرجال سے شغف رکھنے والے شائقین علم اسے نعمت جدید سمجھ کر ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ (مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی) مدیر ماہنامہ دارالعلوم مئی جون ۱۹۸۹ء

علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات | علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات (جلد دوم) میں دین اسلام کے دو مضبوط ستونوں۔ حضرت محترم امام ابو یوسفؒ اور حضرت محترم امام محمدؒ کے حالات زندگی اور ان کے فکر و عمل کی توجیہات و تصریحات کو مولانا عبدالقیوم حقانی نے یکجا کر کے یقیناً ایک نہایت اہم خدمت سرانجام دی ہے۔ ہر انسان اپنی عام زندگی میں رہنمائی کا محتاج رہتا ہے۔ اور اپنے فکر و عمل کے لئے صراطِ مستقیم کا متلاشی۔ ایسے جویندگانِ حق کے لئے انہوں نے اس تالیف کے ذریعہ سے راہیں واضح کر دی ہیں۔ اس کارِ خیر پر آپ کو دلی مبارک باد دیتا ہوں۔

میں نے مضامین کتاب کو دیکھا ہے۔ جب میں صفحہ ۶۶ پر آیا تو کتب خانے کا حال پڑھا۔ خود میں اس وقت اپنے کتب خانے میں چاروں طرف کتابوں کی الماریوں اور ڈھیروں میں گھرا بیٹھا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی یہ تحریر پیش کر سکوں گا۔ آپ کا مخلص محمد سعید چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن

بقیہ از صفحہ ۵۹

لڑکے کو ڈانٹا کہ بدبخت جلدی سے کیوں نہ بنایا۔ اس نے عرض کیا جناب والا آداب درخواست کا لحاظ ضروری تھا میرے محترم! شریعت اسلامیہ کی تحقیر و توہین سے غضب خداوندی کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ ملک جل رہا ہے۔ اور آپ ہیں کہ آداب سیاست سے چمٹے ہوئے ہیں۔ شیخ کی روح کو خوش کرنا ہے تو تحریک نفاذ شریعت کو صحیح مقاصد میں رکھئے۔ عدالتوں کو شریعت کا پابند بنانے کی پرزور تحریک چلائیے ؎

اٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب

مولانا سمیع الحق ۔ مدیر ماہنامہ الحق

تعارف و تبصرہ کتب

علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات (جلد دوم)
(امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ)

تالیف ۔ مولانا عبدالقیوم حقانی ۔ صفحات ۲۷۲۔ قیمت ۵۱ روپے ۔ تقطیع متوسط، کاغذ عمدہ، کتابت و طباعت معیاری ۔ ٹائیٹل خوشرنگ، مضبوط اور گولڈن جلدبندی ۔ ناشر ۔ مؤتمر دارالمصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، پشاور۔

ادارہ مؤتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ کا شعبہ تصنیف و تالیف ہے جس کے صدر دارالعلوم کے مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب ہیں ۔ ان کی سرپرستی و رہنمائی میں ادارے کے معزز ارکان اور رفقاء نے وسائل کی قلت کے باوجود بحمداللہ قلیل مدت میں مطبوعات کی تعداد ۳۱ تک پہنچادی ہے ۔ جن میں بعض وقیع اور اہم کتابوں کے کئی کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں ۔ اور اب مؤتمر المصنفین ملک و بیرون ملک ریسرچ و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے معیاری اداروں میں شمار ہوتا ہے ۔ پیش نظر کتاب "علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات جلد دوم بھی مؤتمر المصنفین کی تازہ عظیم علمی اور تاریخی پیش کش ہے ۔ جسے ادارہ کے رفیق اور دارالعلوم کے فاضل و مدرس مولانا عبدالقیوم حقانی نے تالیف کیا ہے جس میں علوم شریعت کے اہم ستون اور فقہ حنفیہ کے اولین مدونین امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے حالات و واقعات، سیرت و سوانح، تعلیم و تربیت، خداپرستی و للہیت شوق مطالعہ و ذوق عبادت، مجاہدہ و ریاضت، تقویٰ اور عزم و توکل، ایمان و احتساب، جوش جہاد، شوق شہادت، عقائد باطلہ کی بے باکانہ تردید، ظالمانہ اعمال و رسوم کے خلاف اعلانیہ جہاد، جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کی بلندی، فقہ و قانون کی تدوین، اجتہاد و استنباط کی نادر تحقیقات اسلامی ریاست و سیاست کے خدوخال، عدل و انصاف کے ایمان آفرین نمونے اور بے باک فیصلے، فکر آخرت، جرأت و استقامت، رجال کار کی تربیت، اصلاح اور انقلاب امت کے لئے بلند کردار، انقلاب انگیز واقعات کو سادہ، سلیس، آسان، ادبی اور دلنشین پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے ۔ اس سلسلہ تالیف کی جلد اول "امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات" پر مشتمل ہے ۔ تاہم نقش ثانی طرز تحریر و تالیف میں [illegible] ۔ اسلام کا عقیدہ سروری و جہانبانی کا عقیدہ ہے ۔ اسلام انسانیت کی قیادت کا ایک نظام

وہ انسانی قافلے کی سربراہی کرسکتا ہے۔ دریوزہ گری نہیں۔ اس کتاب میں انسانی زندگی پر اثر ڈالنے والے الٰہ احناف کے حیرت انگیز واقعات کی شکل میں تمام عوامل کا ایک مربوط اور منظم تصور ملتا ہے۔ اور اس ضمن میں امت مسلمہ کے لئے اسلامی انقلاب کا ایسا مشورہ ہے جس میں پورا اعتدال اور تناسب پایا جاتا ہے۔ اسی خصوصیت کی بنا پر یہ کتاب تاریخ نویسی کا ایک کامیاب نمونہ بھی قرار دی جاسکتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے ایک طرف علمی اطمینان اور قلبی انشراح حاصل ہوتا ہے تو دوسری طرف پڑھنے والوں میں نیا حوصلہ، نیا یقین اور جوش عمل کے جذبات کی انگیخت بھی ہوتی ہے۔ پڑھتے جائیے اور سر دھنتے جائیے۔ ہر واقعہ عجیب، ہر قصہ دلچسپ اور ہر عنوان عبرت و نصیحت کا گویا مستقل باب ہے۔ بلامبالغہ علیٰ وجہ البصیرت یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے اصلاح انقلاب امت کی ایک مفید اور اہم کڑی بن سکتی ہے۔

درسی حلقے، تعلیمی ادارے، فقہ حنفی کے اساتذہ وطلبہ، مکتبہ حنفیہ کے وابستگان دینی مدارس اور سکول کالجز کے اساتذہ وطلبہ، عامۃ المسلمین، غرض اسلامی فکر اور اسلامی دعوت کے تمام حلقے بھرپور فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔ کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ پوری کتاب پڑھ جائیے مذہبی تعصب کی کہیں ایک جھلک بھی نظر نہیں آئے گی۔

یقین ہے کہ موتمر کی متعدد مطبوعات اور مؤلف کی دیگر تصنیفات کی طرح یہ کتاب بھی نافع اور مسلمانوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

محمد فرید عفی عنہ

فضائل و مسائل جمعہ تالیف: مولانا امین الحق کستوزی۔ صفحات ۹۴۔ قیمت ۲۴ روپے
ناشر: موتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک ۔ پشاور

تصنیف و تالیف، تحقیق اور علمی اشتغال باری تعالیٰ کا عظیم احسان اور ایک بہت بڑی نعمت ہے اللہ کریم جس کو بھی اس نعمت سے نوازدے تو اس کی زندگی کا ہر لمحہ قابل رشک بن جاتا ہے۔ علم نبوت کی میراث ہے۔ اور جس سے بڑھ کر دنیا اور آخرت میں کوئی عزت نہیں۔

فاضل محترم جناب حضرت مولانا امین الحق کستوزی دارالعلوم حقانیہ کے ہونہار فاضل، محقق عالم اور تدریسی ذوق اور خدمت علم کے جذبے سے سرشار ہیں۔ مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اور یہاں کے اکابر اساتذہ و مشائخ سے استفادہ و تلمذ، مادر علمی دارالعلوم حقانیہ سے مخلصانہ تعلق اور خلوص و للہیت کے پیش نظر اللہ کریم نے انہیں تدریس و تبلیغ کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کی توفیق ارزانی بھی فرمائی۔ وہ جمعہ کے فضائل مسائل کے عنوان سے ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھنے میں کامیاب ہوگئے۔ چونکہ مصنف کی مادری زبان پشتو ہے اور

(باقی صفحہ ۵۵ پر)

موسم بیدار
صافی
خون صاف کرنے کی قدرتی دوا
SAFI
ہمدرد دواخانہ (وقف) پاکستان

جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ
صافی
سے خون صاف، چہرہ شاداب
ہم خدمت خلق کرتے ہیں

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنت
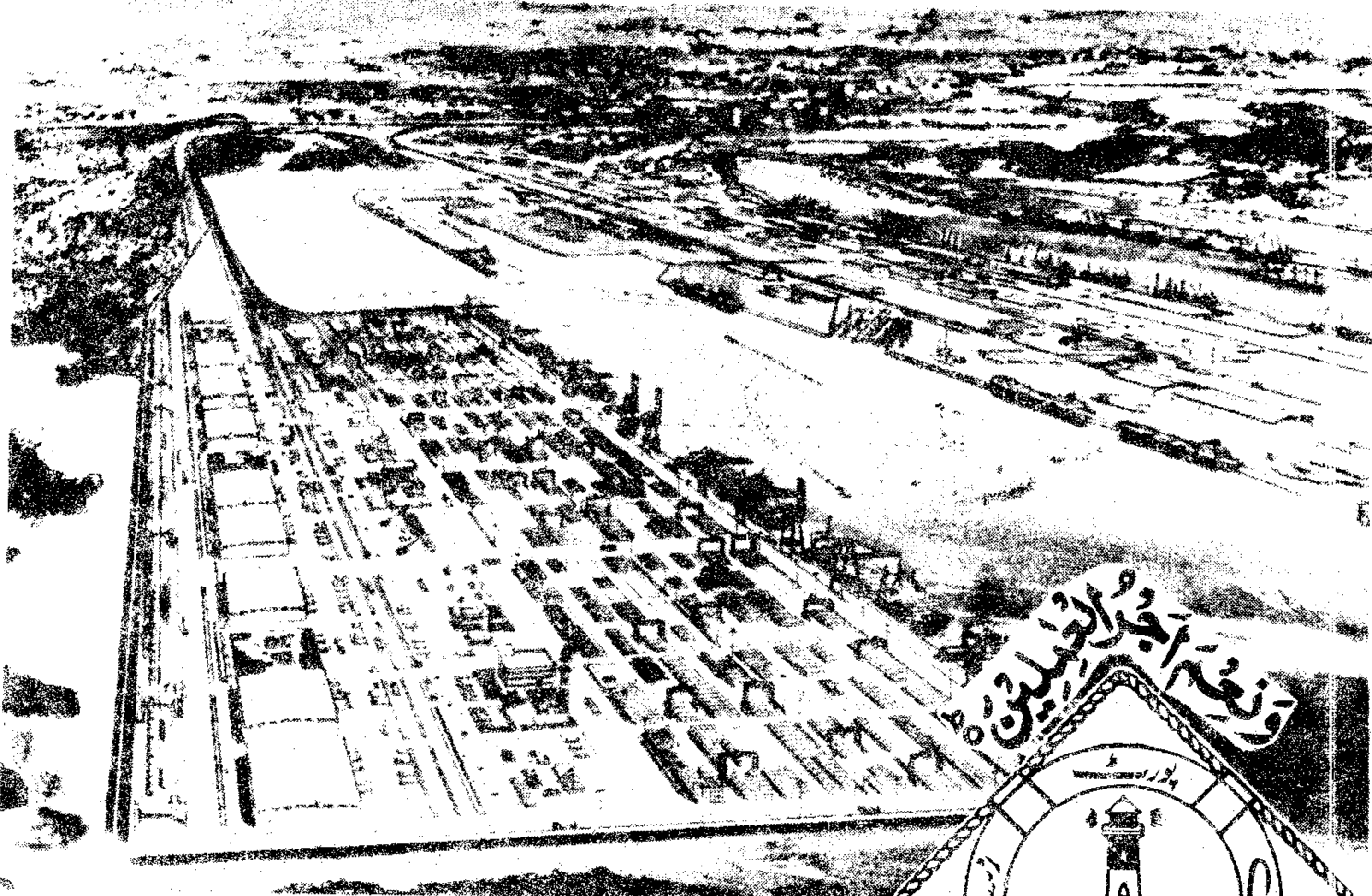
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجینئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KPT ۹/88. PID - Islamabad